عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد: ۳۷ | ۱۲ تا ۱۸ / جمادی الثانی ۱۴۳۹ھ مطابق یکم تا ۷ / مارچ ۲۰۱۸ء | شمارہ: ۹

"پیغام پاکستان" دستاویز

ریاست کے ساتھ گہری وابستگی
اور وفاداری کا اظہار

قادیانی سربراہ مرزا مسرور کے نام کھلا خط

حلال کی برکت حرام کی نحوست

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.info
http://www.khatm-e-nubuwwat.com
Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
Email: editorkn@yahoo.com

قادیانیوں سے تجارت، خرید و فروخت کرنا جائز ہے

س:...... ہمارے کوئی جاننے والے ہیں ان کا سُنار کا کام ہے اور جیسا کہ سونے کے بھاؤ کی وجہ سے صرافہ بازار میں کام بالکل ہی مندا ہے تو وہ بھی مندی کی زد میں آگئے اور کافی مالی طور پر کمزوری کا شکار ہوگئے۔ اب سے کچھ ماہ پہلے ان کی ہم سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا کہ ہم نے الرحیم جیولرز جو کہ کلفٹن پر ہے ان سے مالی امداد حاصل کی یعنی مالی لین دین کیا ہے اور تعریف بھی کی کہ قادیانی اپنی جگہ مگر معاملات کے بہت ہی کھرے ہیں اور بھی تعریف میں کافی کچھ کہا۔ اب میرا سوال یہ ہے کہ ہمارا ایسے جاننے والوں سے تعلق رکھنا کیسا ہے؟ ان کے گھر کا کھانا یا بچوں کو ان کی دی ہوئی کوئی چیز دینا کیسا ہے؟ اور اگر کوئی یہ کہے کہ ان سے تعلقات رکھنا جائز ہے۔ ان کے ہاں کھانا پینا جائز ہے تو ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ ازراہ کرم جواب دے کر ہماری دنیاوی و آخروی راہنمائی فرمائیں۔

ج:...... شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ سے سوال کیا گیا کہ قادیانیوں کے ساتھ اشتراک تجارت اور میل ملاپ کے متعلق کیا حکم ہے؟ تو آپ نے جو جواب تحریر فرمایا وہ سوال و جواب بعینہٖ یہاں نقل کیا جاتا ہے۔ سوال.... کیا فرماتے ہیں علماء کرام مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ: قادیانی اپنی آمدنی کا دسواں حصہ اپنی جماعت کے مرکزی فنڈ میں جمع کراتے ہیں جو مسلمانوں کے خلاف تبلیغ اور ارتدادی مہم پر خرچ ہوتا ہے، چونکہ قادیانی مرتد، کافر اور دائرہ اسلام سے متفقہ طور پر خارج ہیں تو کیا ایسے میں ان کے اشتراک سے مسلمانوں کا تجارت کرنا یا ان کی دکانوں سے خرید و فروخت کرنا یا ان سے کسی قسم کے تعلقات یا راہ و رسم رکھنا ازروئے اسلام جائز ہے؟

ج:...... صورت مسؤلہ میں اس وقت چونکہ قادیانی کافر محارب اور زندیق ہیں اور اپنے آپ کو غیر مسلم اقلیت نہیں سمجھتے بلکہ عالم اسلام کے مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں۔ اس لئے ان کے ساتھ تجارت کرنا، خرید و فروخت کرنا ناجائز و حرام ہے، کیونکہ قادیانی اپنی آمدنی کا دسواں حصہ لوگوں کو قادیانی بنانے میں خرچ کرتے ہیں گویا اس صورت میں مسلمان بھی سادہ لوح مسلمانوں کو مرتد بنانے میں اُن کی مدد کر رہے ہیں۔ لہٰذا کسی بھی حیثیت سے ان کے ساتھ معاملات ہرگز جائز نہیں، اسی طرح شادی غمی، کھانے پینے میں ان کو شریک کرنا، عام مسلمانوں کا اختلاط، ان کی باتیں سننا، جلسوں میں ان کو شریک کرنا، ملازم رکھنا، ان کے ہاں ملازمت کرنا، یہ سب کچھ حرام بلکہ دینی حمیت کے خلاف ہے۔"

(آپ کے مسائل اور ان کا حل، ج:۲، ص:۱۱۵ تخریج شدہ ایڈیشن)

لہٰذا آپ کے سوال میں مذکورہ شخص کا قادیانیوں سے لین دین اور خرید و فروخت کرنا جائز نہیں۔ اگر وہ قادیانیوں کو کافر و مرتد جاننے کے باوجود انہیں اچھا سمجھتے ہیں تو یہ ان کے ایمان کی کمزوری ہے۔ انہیں چاہئے کہ وہ دینی غیرت کا ثبوت دیں اور اپنے غلط طرز عمل کو درست کریں۔ بہرحال مذکورہ شخص سے تعلقات رکھنا جائز ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ہفت روزہ
ختم نبوۃ

مجلس ادارت

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری، صاحبزادہ مولانا عزیز احمد، علامہ احمد میاں حمادی، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا قاضی احسان احمد

جلد: ۳۷ — ۱۲تا۱۸ر جمادی الثانی ۱۴۳۹ھ مطابق یکم تا ۷رمارچ ۲۰۱۸ء — شمارہ: ۹

سرپرست
حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ
حضرت مولانا حافظ ناصرالدین خاکوانی مدظلہ

مدیر اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ
مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر
مولانا محمد اعجاز مصطفی

معاون مدیر
عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر
محمد انور رانا

تزئین و آرائش:
محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

پیغام پاکستان دستاویز.....	۵	محمد اعجاز مصطفی
قادیانی سربراہ مرزا مسرور کے نام کھلا خط	۱۰	حضرت مولانا زاہد الراشدی
حلال کی برکت اور حرام کی نحوست	۱۳	مولانا رید احمد نعمانی
حضرات صحابہ کرامؓ کی حیات مبارکہ......	۱۶	مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ
امت دعوت کا کردار	۱۸	مولانا محمد رابع حسنی ندوی
عاصمہ جہانگیر کی موت... تصویر کا دوسرا رخ	۱۹	عبدالمنان معاویہ
رفع ونزول عیسیٰ علیہ السلام (۱۵)	۲۱	حافظ عبیداللہ
ختم نبوت کانفرنس، سکھر	۲۷	رپورٹ: محمد مبشر حسین

بنیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زر تعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۵ ڈالر
فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۴۵۰ روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019
AALMIMAJLISTAHAFFUZKHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018
Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری — مطبع: القادر پرنٹنگ پریس — طابع: سید شاہد حسین — مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

زکوٰۃ، خیرات وصدقات کے فضائل

حدیث قدسی ۱۲: حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے مرسلاً روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے آدم کے بیٹے! اپنا خزانہ میرے پاس امانت رکھ دے، تیرے مال کو نہ آگ لگے گی نہ غرق ہوگا اور نہ چوری کیا جائے گا اور جس وقت تجھ کو اس خزانہ کی سخت ضرورت ہوگی تو تیرے سپرد کردیا جائے گا۔ (بیہقی)

حدیث قدسی ۱۳: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ تم سے پہلے لوگوں میں ایک شخص تھا جو ایک پرندے کے گھونسلے میں سے اس کے بچے نکال لیا کرتا تھا۔ اس پرندے نے اللہ تعالیٰ سے شکایت کی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر آئندہ ایسا کرے گا تو اس کو ہلاک کردیا جائے گا۔

چنانچہ یہ شخص سیڑھی لے کر پھر اس طائر کے بچے نکالنے جارہا تھا کہ گاؤں کے سرے پر اس کو ایک سائل ملا، اس شخص نے اپنے کھانے میں سے اس کو ایک روٹی دے دی، جب اس درخت کے پاس پہنچا تو سیڑھی لگا کر بچے نکال لئے اور بچوں کے ماں باپ دیکھتے رہے پھر انہوں نے عرض کیا: الٰہی! آپ نے وعدہ فرمایا تھا کہ اس کو ہلاک کردیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پرندوں کو وحی بھیجی کیا تم کو خبر نہیں میں کسی آدمی کو جو صدقہ دیتا ہے، اس دن اس کو بُری موت کے ساتھ ہلاک نہیں کرتا، جس دن وہ صدقہ دے۔ (ابن عساکر) یعنی صدقہ کرنے کے دن اس کو عذاب سے ہلاک نہیں کیا جاتا۔!

تسبیح، تحمید، استغفار اور درود شریف

حدیث قدسی ۱: حضرت ابوسعید و حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کہتا ہے: لا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر تو اس شخص کا رب اس کلمہ کی تصدیق کرتا ہے اور فرماتا ہے کوئی معبود میرے سوا نہیں ہے اور میں سب سے بڑا ہوں اور جب کوئی بندہ کہتا ہے: لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ تو اس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں ہی فقط معبود ہوں، میرا کوئی شریک نہیں اور جب یہ شخص کہتا ہے: لا الٰہ الا اللّٰہ لہ الملک ولہ الحمد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ہاں! (جاری ہے)

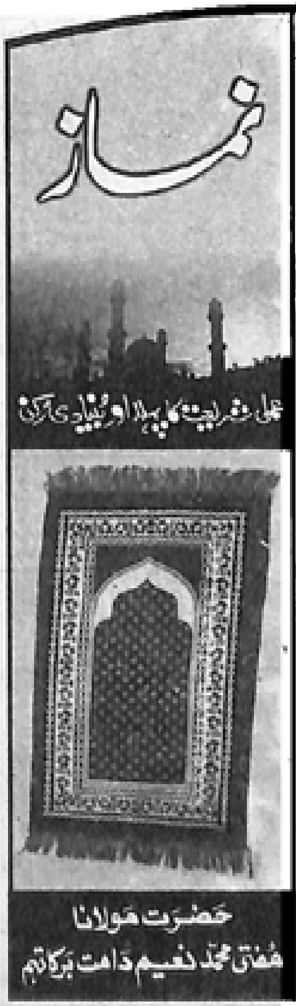

نمازِ عید

س:...... اگر امام صاحب دوسری رکعت کے رکوع سے بھی فارغ ہوچکے ہوں تو کیا اس وقت بھی نماز میں شامل ہوا جاسکتا ہے؟

ج:...... جی ہاں! امام صاحب کے دونوں رکعتیں مکمل کرلینے کے بعد سے لے کر لفظ السلام کہنے سے پہلے پہلے تک عید کی جماعت کی نماز میں شامل ہوا جاسکتا ہے ایسا شخص قعدے میں پوری التحیات پڑھ کر خاموش رہے اور امام صاحب کے سلام پھیر لینے کے بعد سلام پھیرے بغیر کھڑا ہوجائے عید کی نماز پڑھنے کی ترتیب کے مطابق پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے تین تکبیریں پڑھے اور دوسری رکعت میں قرأت کے بعد تین تکبیریں کہے اور بقیہ نماز عام نمازوں کی طرح پوری کرلے۔

متفرق مسائل

س:...... اگر عید کی نماز کے وقت کوئی جنازہ بھی آجائے تو پہلے کون سی نماز پڑھی جائے گی؟

ج:...... اگر عید کی نماز کے وقت کوئی جنازہ حاضر ہوجائے تو فقہائے کرام کے بتلائے ہوئے مسئلے کے مطابق جنازے کی نماز پر عید کی نماز کو مقدم کیا جائے گا یعنی پہلے عید کی نماز پڑھی جائے گی البتہ جنازے کی نماز کو عید کے خطبوں پر مقدم کیا جائے گا یعنی عید کی نماز پڑھ لینے کے بعد پہلے جنازے کی نماز پڑھ لی جائے گی اور اس کے بعد دونوں خطبے پڑھے جائیں گے۔

س:...... اگر کسی شرعی عذر کی وجہ سے عیدالفطر کے دن عید کی نماز نہ پڑھی جاسکی ہو تو کیا کرنا چاہئے؟

ج:...... کسی شرعی عذر کی وجہ سے اگر عیدالفطر کے دن نماز نہ پڑھی جاسکی ہو تو عید کی نماز پڑھنے کے اوقات میں دوسرے دن یعنی عیدالفطر کے بعد والے دن عید کی نماز پڑھی جاسکتی ہے، فقہائے کرام کے نزدیک دوسرے دن نماز عید کا پڑھنا قضا کہلائے گا، دوسرے دن کے بعد پڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔

س:...... عیدالاضحیٰ کے دن اگر کسی شرعی عذر کی وجہ سے نماز عید رہ جائے تو کیا کرنا چاہئے؟

ج:...... اگر کسی عذر کی وجہ سے عیدالاضحیٰ کی نماز نہ پڑھی جاسکی ہو تو اس کے بعد کے دوسرے اور تیسرے دن تک عید کی نماز پڑھنے کے اوقات میں نماز عید ادا کی جاسکتی ہے، فقہاء کرام کے نزدیک دوسرے اور تیسرے دن کی یہ نمازیں قضا کہلائیں گی۔

اداریہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

’’پیغامِ پاکستان‘‘ دستاویز

ریاست کے ساتھ گہری وابستگی و وفاداری کا اظہار!

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ وسلامٌ علٰی عبادہٖ الذین اصطفٰی

تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی کسی مسئلہ میں زمامِ قیادت وراہبری اور عنانِ حکم وحکومت اہل علم اور علمائے کرام کے ہاتھ میں رہی، خلقِ خدا کو اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ میں نہ صرف یہ کہ کامیابی وفتح یابی سے نوازا، بلکہ سرفرازی وکامرانی نے ان کے قدم چومے۔ اس کے برعکس جب بھی کسی معاملے کو اہل علم اور علمائے کرام کی رائے اور مشاورت کے بغیر سلجھانے اور حل کرنے کی کوشش کی گئی تو ایسے لوگوں کو سوائے اُلجھنوں اور پیچیدگیوں کے اضافے کے کچھ حاصل نہ ہوا۔ اس پر ایک دو نہیں کئی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔

یہ بھی یاد رہے کہ علمائے کرام نے ہر دور میں انسانیت کی خدمت اور ملک وملت کی فلاح وبہبود اور اُنہیں مشکلات ومصائب سے نکالنے کے لئے ہمیشہ خلوص واخلاص اور محض رضائے مولیٰ کی غرض سے اپنی خدمات بھرپور انداز اور بلاخوف لومۃ لائم پیش کیں۔

متحدہ ہندوستان پر انگریز کے تسلّط اور غلبہ کے بعد ۱۸۰۳ء میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کا انگریز کے خلاف جہاد کا فتویٰ ہو یا ۱۸۳۱ء میں سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ کا بالاکوٹ کے میدان میں سکھوں کے خلاف جہاد۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس اللہ سرہم کا ۱۸۵۷ء کا جہادِ آزادی ہو یا تحریکِ پاکستان میں علمائے کرام کا کردار۔ اسی طرح پاکستان کے معرضِ وجود میں آجانے کے بعد قراردادِ مقاصد ہو یا پاکستان کو نسلی، لسانی، فرقہ واریت کے عفریت سے بچانے اور پاکستان کو اسلامی فلاحی ریاست بنانے کے لئے ۳۳ علمائے کرام کے بائیس دستوری نکات۔ پاکستان کی پارلیمنٹ سے پاس کردہ ۱۹۷۳ء کا متفقہ دستور ہو یا ۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء میں قادیانیوں اور لاہوریوں کو پارلیمنٹ سے غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے کا متفقہ فیصلہ، ہر جگہ، ہر مقام اور ہر معاملے میں علمائے کرام نے اپنی بساط سے بڑھ کر راہبری وراہنمائی کا فریضہ انجام دیا۔

تاریخ اس پر بھی شاہد ہے کہ علمائے کرام کی مشاورت کے بغیر جنرل ایوب خان نے ادارہ تحقیقاتِ اسلامی بناکر اور ڈائریکٹر کے طور پر ڈاکٹر فضل الرحمٰن کو صرف اس لئے درآمد کیا کہ اہل پاکستان کو ماڈرن اسلام کا تحفہ پیش کیا جائے، جس کی ایک جھلک عائلی قوانین ہیں، جو آج تک مسلم پاکستانی عوام کے لئے سوہانِ روح بنے ہوئے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک سادہ لوح مسلمان جب کسی دارالافتاء سے قرآن وسنت کی روشنی میں خلع یا پوتے کی میراث کا مسئلہ دریافت کرتا ہے تو جواب کچھ اور ملتا ہے اور آئے دن ہماری عدالتوں سے جو فیصلے ہورہے ہیں، وہ کچھ اور ہیں۔ اسی طرح صدر جنرل ضیاء الحق مرحوم نے علماء کرام کی مشاورت کے بغیر جو زکوٰۃ آرڈی نینس نافذ کیا وہ آج تک ایک معمہ سے کم نہیں۔ زکوٰۃ کی ادائیگی کا عازم ہر آدمی پریشان ہے کہ آیا بینکوں کی کٹوتی سے زکوٰۃ ادا ہوتی ہے یا نہیں؟ اور اسی آرڈی نینس کی آڑ میں زکوٰۃ نہ دینے والے حیلوں، بہانوں سے اس کٹوتی سے اپنے آپ کو مستثنیٰ کرالیتے ہیں۔

بہر حال مسلم معاشرہ کی حیثیت سے ہر مرد، عورت، امیر، غریب، آجر، اجیر، افراد، جماعت، ادارہ، راعی اور رعایا ہر ایک کی ذمہ داری ہے کہ وہ اسلام کے مطابق زندگی گزارنے کے لئے راہبری وراہنمائی کے لئے اور اسلامی طرزِ زندگی اور معاشرہ تشکیل دینے کے لئے علمائے اُمت کی سیادت وقیادت اور ہدایات ومشاورت کو اپنا اُصول اور فریضہ بنائے۔

چونکہ ہمارا ملک پاکستان ملک دشمنوں کی کارستانیوں اور ان کے آلہ کاروں کی گھناؤنی سازشوں کی وجہ سے ایک دہائی سے زیادہ کشت وخون، قتل وغارت، ظلم وفساد، خودکش بم دھماکے اور کئی ایک آفتوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا، اس لئے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے ریاستی اداروں نے ایک استفتاء اور مسودہ تیار کرایا، جو ملک کی بڑی جامعات، دینی اداروں، اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ کے تحت تمام وفاقوں، تمام مکاتب فکر کی سرکردہ شخصیات اور مذہبی تنظیموں کے سربراہوں کے پاس بھیجا گیا، سب کے اتفاق سے ''پیغام پاکستان'' کے نام سے یہ دستاویز تیار کی گئی۔

اس دستاویز کے ٹائٹل، ان ٹائٹل، فہرست، پیش لفظ، صدر پاکستان کے پیغام، مضامین اور ۱۸۲۱ علمائے کرام کے دستخطوں کو ملا کر کل ۹۰ صفحات بنتے ہیں۔

یہ ''پیغام پاکستان'' دستاویز اپنی فہرست کے مطابق درج ذیل عنوانات پر مشتمل ہے:

۱:...... اسلامی ضابطۂ حیات

۲:...... اسلامی جمہوریہ پاکستان، اس کی ذیلی فصلوں میں: [الف] قیام پاکستان کا منظر، [ب] قیام پاکستان، [ج] اسلامی جمہوریہ پاکستان کی کامیابیاں جیسے عناوین شامل ہیں۔

۳:...... ریاست پاکستان اور پاکستانی معاشرے کو درپیش مسائل، اس کے ذیلی عناوین میں: [الف] ریاست کے خلاف جنگ، [ب] ریاستی اداروں اور عوام الناس کے خلاف دہشت گردی، [ج] فرقہ پرستی اور تکفیریت کا رجحان، [د] جہاد کی غلط تشریح، [ہ] امر بالمعروف کے عنوان سے قانون اپنے ہاتھ میں لینے کا رجحان، [و] قومی میثاق کو نظر انداز کرنے کا رجحان۔

۴:...... متفقہ اعلامیہ

۵:...... متفقہ فتویٰ، اس کی ذیلی سرخیوں میں: [الف] استفتاء، [ب] متفقہ فتویٰ (جواب استفتاء)، [ج] متفقہ فتویٰ (اہم نکات)

۶:...... پیغام پاکستان، متفقہ اعلامیہ اور فتویٰ کی تیاری میں شریک محققین مختلف دینی مدارس کے وفاقوں کے ناظمین، علمائے کرام، مفتیان عظام اور قومی جامعات کے اساتذہ کرام کے اسمائے گرامی۔

۷:...... متفقہ فتویٰ (جواب استفتاء) جاری اور اس کی توثیق کرنے والے علمائے کرام کے دستخطوں کا عکس۔

۸:...... ۲۶ رمئی ۲۰۱۷ء کے متفقہ فتویٰ (اہم نکات) کی تیاری میں شریک مختلف دینی مدارس کے وفاقوں کے ناظمین، علمائے کرام، مفتیان عظام اور قومی جامعات کے اساتذہ کرام کے دستخطوں کا عکس۔

۹:...... ۲۶ رمئی ۲۰۱۷ء کے متفقہ اعلامیہ کی تیاری میں شریک مختلف دینی مدارس کے وفاقوں کے ناظمین، علمائے کرام، مفتیان عظام اور قومی جامعات کے اساتذہ کرام کے دستخطوں کا عکس۔

۱۰:...... متفقہ فتویٰ اور اعلامیہ کی توثیق کرنے والے علمائے کرام، مفتیان عظام اور اساتذۂ کرام کے اسمائے گرامی۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس ''پیغام پاکستان'' دستاویز میں شامل استفتاء اور اس کا جواب یہاں نقل کیا جائے:

''استفتاء''

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ ہمارے ملک پاکستان میں عرصۂ دراز سے بعض حلقوں کی جانب سے حکومت پاکستان اور پاکستان کی مسلح افواج کے خلاف مسلسل خونریز کارروائیاں جاری ہیں، یہ حلقے نفاذ شریعت کے نام پر پاکستان کی حکومت اور اس کی افواج کو اس بنا پر کافر ومرتد قرار دیتے ہیں کہ انہوں نے ابھی تک ملک میں شریعت کو مکمل طور پر نافذ نہیں کیا، اس کی بنا پر ان کے خلاف مسلح کارروائیوں کو جہاد کا نام دے کر نوجوانوں کو ان کارروائیوں میں شریک ہونے کی دعوت دیتے ہیں۔ نیز ان کارروائیوں کے دوران خودکش حملے کر کے بے گناہ شہریوں اور فوجیوں کو نشانہ بناتے اور اُسے کار ثواب قرار دیتے ہیں۔ اس صورت حال میں مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات مطلوب ہیں:

۱:- کیا پاکستان اسلامی ریاست ہے یا غیر اسلامی؟ نیز کیا شریعت کو مکمل طور پر نافذ نہ کر سکنے کی بنا پر ملک کو غیر اسلامی ملک اور اس کی حکومت یا افواج کو

غیر مسلم قرار دیا جاسکتا ہے؟

۲:-کیا موجودہ حالات میں نفاذِ شریعت کی جدوجہد کے نام پر حکومت یا افواج کے خلاف مسلح بغاوت جائز ہے؟

۳:-پاکستان میں نفاذِ شریعت اور جہاد کے نام پر جو خودکش حملے کئے جارہے ہیں، قرآن وسنت کی روشنی میں ان کا کوئی جواز ہے؟

۴:-اگر مذکورہ تین سوالات کا جواب نفی میں ہے تو کیا حکومتِ پاکستان اور افواجِ پاکستان کی طرف سے اس بغاوت کو فرو کرنے کے لئے جو مسلح کارروائیاں کی جارہی ہیں، وہ شریعت کی رُو سے جائز ہیں؟ اور کیا مسلمانوں کو اُن کی حمایت اور مدد کرنی چاہئے؟

۵:-ہمارے ملک میں مسلح فرقہ وارانہ تصادم کے بھی بہت سے واقعات ہورہے ہیں، جن میں طاقت کے بل پر اپنے نظریات دوسروں پر مسلط کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، کیا اس قسم کی کارروائیاں شرعاً جائز ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سوالات کے جوابات مندرجہ ذیل ہیں:

۱:-اسلامی جمہوریہ پاکستان یقیناً اپنے دستور وآئین کے لحاظ سے ایک اسلامی ریاست ہے، جس کے دستور کا آغاز ہی قراردادِ مقاصد کے اس جملے سے ہوتا ہے کہ:

’’اللہ تعالیٰ ہی کل کائنات کا بلاشرکتِ غیرے حاکم مطلق ہے اور پاکستان کے جمہور کو اختیار واقتدار اس کی مقرر کردہ حدود کے اندر استعمال کرنے کا حق ہوگا، وہ ایک مقدس امانت ہے۔‘‘

یہ قراردادِ مقاصد ملک کی تمام دینی اور سیاسی جماعتوں کے اتفاق سے دستور کا حصہ بنائی گئی اور ۱۹۵۶ء سے لے کر ۱۹۷۳ء تک ہر دستور میں موجود رہی اور آج بھی موجود ہے۔ اس کے علاوہ دستور کی دفعہ:۳۱ میں مسلمانوں کو اسلامی طرزِ زندگی اپنانے کے لئے مختلف پالیسی کے اُصول وضاحت کے ساتھ درج ہیں، نیز دفعہ:۲۲۷ میں اقرار کیا گیا ہے کہ تمام موجودہ قوانین کو قرآن وسنت کے تحت اسلامی احکام کے مطابق بنایا جائے گا اور کوئی ایسا قانون نہیں بنایا جائے گا جو اسلامی احکام کے خلاف ہو، اس اصول پر عمل کروانے کے لئے دستور کے تحت وفاقی شرعی عدالت اور سپریم کورٹ کی شریعت بینچ کا راستہ کھلا ہوا ہے، جس کے تحت ہر شہری کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ قرآن وسنت کے خلاف قوانین کو عدالت میں چیلنج کرکے اُنہیں تبدیل کروائے۔

ان اُمور کے پیشِ نظر پاکستان کسی شک وشبہ کے بغیر ایک اسلامی ریاست ہے اور کسی قسم کی عملی خامیوں کی بنا پر اُسے، اس کی حکومت یا افواج کو غیر مسلم قرار دینا ہرگز جائز نہیں، بلکہ گناہ ہے۔

۲:-چونکہ پاکستان ایک اسلامی ریاست ہے اور پاکستان کی حکومت اور افواج، دستورِ پاکستان کے پابند اور اس کے مطابق حلف اُٹھاتے ہیں، اس لئے پاکستان کی حکومت یا افواج کے خلاف مسلح کارروائیاں یقیناً بغاوت کے زمرے میں آتی ہیں، جو شرعاً بالکل حرام ہیں۔ دستورِ پاکستان کی اسلامی دفعات کو مکمل طور پر نافذ کرنا بلاشبہ حکومت کی اولین ذمہ داری ہے، اور اس ذمہ داری کو ادا کرنے کے لئے پرامن اور آئینی جدوجہد بے شک مسلمانوں کا اہم فریضہ ہے، لیکن اس مقصد کے لئے ہتھیار اُٹھانا فساد فی الارض ہے اور رسولِ کریم ﷺ کی واضح احادیث میں اس کی سختی سے ممانعت کی گئی ہے اور جو لوگ اس مسلح بغاوت میں شریک یا اس کی کسی بھی طرح مدد یا حمایت کرتے ہیں، وہ آنحضرت ﷺ کے ارشادات کی کھلی نافرمانی کررہے ہیں، سرکارِ دوعالم ﷺ کا ارشاد ہے:

’’الا من ولی علیه والٍ فرآہ یأتی شیئًا من معصیة اللّٰه فلیکرہ ما یأتی من معصیة اللّٰه ولا ینزعن یداً من طاعة۔‘‘

(صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، حدیث نمبر:۴۷۶۸)

ترجمہ:’’خوب سن لو کہ جس شخص پر کوئی حاکم بن جائے اور وہ اُسے گناہ کرتے دیکھے تو جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی وہ کررہا ہے، اُسے برا سمجھے، لیکن اطاعت سے ہرگز ہاتھ نہ کھینچے۔‘‘

تقریباً متواتر احادیث میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ کسی مسلمان حکومت کے خلاف مسلح کارروائی اور خونریزی بدترین گناہ ہے۔

۳:-اسلام میں خودکشی بدترین گناہ ہے، قرآن کریم کا ارشاد ہے:

﴿لَا تَقْتُلُوْا اَنْفُسَکُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت نمبر:۲۹)

’’تم اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔‘‘

اور بہت سی احادیث میں خودکشی کو بدترین عذاب کا موجب قرار دیا گیا ہے، ایک حدیث میں ارشاد ہے:

’’من قتل نفسہ بحدیدۃ فحدیدتہ فی یدہ یتوجا بہا فی بطنہ فی نار جہنم خالداً فیہا أبداً۔‘‘

(جامع الاصول بحوالہ بخاری ومسلم)

’’جو شخص کسی لوہے کے ہتھیار سے خودکشی کرے، تو جہنم کی آگ میں اس کا ہتھیار اس کے ہاتھ میں ہوگا، جس سے وہ اپنے پیٹ میں ضرب لگا رہا ہوگا، اور اس آگ میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔‘‘

نیز جن لوگوں کے بارے میں آنحضرت ﷺ کو بتایا گیا کہ انہوں نے خودکشی کی ہے، ان کے بارے میں آپ ﷺ نے سخت وعید ارشاد فرمائی، اور ایک ایسے شخص کی آپ ﷺ نے نمازِ جنازہ بھی نہیں پڑھی۔ (ابوداؤد، حدیث:۳۱۸۵)

یہ تو عام خودکشی کا حکم ہے اور اگر یہ خودکشی کسی دوسرے مسلمان کو مارنے کے لئے کی جائے تو یہ دوہرے گناہ کا سبب ہے: ایک خودکشی کا گناہ، اور دوسرے کسی مسلمان کی جان لینا، جس کے بارے میں قرآن کریم کا ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُہٗ جَھَنَّمُ خَالِدًا فِیْھَا وَغَضِبَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَلَعَنَہٗ وَاَعَدَّ لَہٗ عَذَابًا عَظِیْمًا﴾

(سورۃ النساء:۹۳)

ترجمہ: ’’جو شخص کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے اس کی سزا جہنم ہے، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب ہوگا اور وہ اس پر لعنت کرے گا اور اس کے لئے اللہ نے زبردست عذاب تیار کر رکھا ہے۔‘‘

نیز جو غیر مسلم اسلامی ریاست میں امن کے ساتھ رہتے ہیں، انہیں قتل کرنے کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے یہ سخت وعید بیان فرمائی ہے:

’’من قتل نفساً معاھداً لہٗ ذمۃ اللّٰہ وذمۃ رسولہٖ فقد أخفر بذمۃ اللّٰہ فلا یرح رائحۃ الجنۃ۔‘‘

(جامع ترمذی، حدیث:۱۴۰۳)

ترجمہ: ’’جو شخص کسی غیر مسلم کو جس کے ساتھ (اسلامی حکومت کا) معاہدہ ہے، اس کی جان کے تحفظ کا ذمہ اللہ اور اس کے رسول نے لیا ہے، اب جو شخص اللہ کے ذمہ کی بے حرمتی کرے، وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھے گا۔‘‘

پاکستان میں جو خود حملے کئے جا رہے ہیں وہ تین طرح کے شدید گناہوں کا مجموعہ ہیں: ایک خودکشی، دوسرا کسی بے گناہ کو قتل کرنا، تیسرا مسلمان حکومت کے خلاف بغاوت۔ لہٰذا یہ خودکش حملے کسی بھی تاویل سے جائز نہیں ہو سکتے اور ان کی حمایت کرنا گناہوں کے مجموعے کی حمایت کرنا ہے۔

۴:۔ پچھلے تین نکات سے یہ واضح ہے کہ جو لوگ شریعت کے نام پر یا قومیت کے نام پر حکومت کے خلاف مسلح کارروائیاں کر رہے ہیں، وہ شرعاً مسلمان ریاست کے خلاف کھلی بغاوت ہے اور ایسی صورت میں قرآن کریم کا واضح حکم ہے کہ:

﴿فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰی تَفِیْٓءَ اِلٰٓی اَمْرِ اللّٰہِ﴾ (الحجرات:۹)

ترجمہ: ’’جو گروہ بغاوت کر رہا ہے اُس سے اس وقت تک لڑو جب تک وہ اللہ کے حکم کی طرف واپس نہ آ جائے۔‘‘

لہٰذا حکومتِ پاکستان یا افواج پاکستان کا شرعی حدود میں رہتے ہوئے ان باغیوں کے خلاف لڑنا جائز ہی نہیں، بلکہ قرآنی حکم کے تحت واجب ہے اور اس سلسلے میں ریاستی کوششوں کے تحت جو آپریشن کئے جا رہے ہیں، اس میں افواج پاکستان کی حمایت اور بقدرِ استطاعت مدد کرنا تمام مسلمانوں پر واجب ہے۔

۵:۔ مختلف مسلکوں کا نظریاتی اختلاف ایک حقیقت ہے، جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا، لیکن اس اختلاف کو علمی اور نظریاتی حدود میں رکھنا واجب ہے۔ اس سلسلے میں انبیاء کرام علیہم السلام، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور اہل بیت نبی ﷺ کے تقدس کو ملحوظ رکھنا ایک فریضہ ہے، اور آپس میں ایک دوسرے کے خلاف سب وشتم، اشتعال انگیزی اور نفرت پھیلانے کا کوئی جواز نہیں اور اس اختلاف کی بنا پر قتل وغارت گری، اپنے نظریات کو دوسروں پر جبر کے ذریعہ مسلط کرنا یا ایک دوسرے کی جان کے درپے ہونا بالکل حرام ہے، واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم۔‘‘

اس ’’پیغامِ پاکستان‘‘ دستاویز کے اجراء کے موقع پر جہاں صدرِ مملکت، ریاستی اداروں کے اراکین، حکومتی وزراء، اتحادِ تنظیماتِ مدارس دینیہ کے تحت تمام وفاقوں کے صدور وناظمین اور علمائے کرام کی کثیر تعداد شریک تھی، وہاں دوسرے حضرات کے علاوہ حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے علمائے کرام، مذہبی جماعتوں، پوری پاکستانی قوم اور اُمتِ مسلمہ کی ترجمانی کا حق ادا کرتے ہوئے پُرمغز اور پُراثر خطاب فرمایا، کسی قدر حک واضافہ کے بعد افادۂ عام کی خاطر اُسے یہاں نقل کیا جاتا ہے:

’’جناب صدرِ مملکت، وزراء کرام، علماء ومشائخ عظام، اس تقریب میں موجود تمام اہلِ علم، اداروں سے وابستہ اہم شخصیات، میرے بھائیو اور بہنو! ایک مبارک موقع ہے! جب ریاست کی نگرانی میں مملکت کے زیرِ سایہ یہاں ملک کے تمام مکاتبِ فکر جمع ہیں، مختلف سیاسی جماعتوں کے نمائندے یہاں جمع ہیں، حکومت اور حزبِ اختلاف سے تعلق رکھنے والے حضرات یہاں جمع ہیں، اور ریاست کے ساتھ اپنی بھرپور اور گہری وابستگی ووفاداری کا اظہار کررہے ہیں۔ اِسے ’’پیغامِ پاکستان‘‘ کا نام دیا گیا ہے۔ اور یہ ہماری بہت بڑی کامیابی ہوگی کہ ہم عالمی برادری کو اور اسلامی برادری کو یہ باور کراسکیں کہ ہم ایک پُرامن ملک ہیں، پوری قوم امن چاہتی ہے، اور امن کو سبوتاژ کرنے والوں کے مقابلہ میں پوری قوم ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہے۔

میرے محترم بزرگو اور دوستو! انسانی معاشرہ میں اور حیاتِ اجتماعی میں امن وسکون اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک فطری زندگی ہے۔ انسانی فطرت تقاضا کرتی ہے کہ جب وہ مدنی الطبع ہے، مل جل کر رہتا ہے، ریاستوں کی صورت میں، شہروں کی صورت میں، دیہاتوں کی صورت میں، محلوں کی صورت میں تو پھر انہیں ایک دوسرے کی عزت اور جان ومال کے حقوق کا لحاظ رکھنا ہے، اُس کا احترام کرنا ہے، اور اِسی لئے تمام قوانین اور تمام دنیا کے دساتیر وجود میں آتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی مشیت بڑی واضح ہے کہ ربُّ العزت کیا چاہتے ہیں؟! مدینہ منورہ میں جو قوتیں فساد برپا کرنے کے لئے سازشیں کرتی تھیں، اللہ تعالیٰ نے اُس کی تعبیر اِن الفاظ میں فرمائی: ’’كُلَّمَا أَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ أَطْفَأَهَا اللّٰهُ ‘‘ (المائدۃ:۶۴) جب اِن لوگوں نے جنگ کی آگ بھڑکانا چاہی تو اللہ نے اُس کو بجھایا ہے، رب کی مشیت ایک پُرامن ماحول دینا ہے۔ حضرتِ انسان کو اللہ نے پیدا کیا تو اسے لفظِ ’’خلیفہ‘‘ سے تعبیر کیا، اور جب انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی نیابت کے عظیم الشان منصب پر فائز کیا تو مقصود انسانی معاشرہ میں انصاف، عدل اور امن کا قیام تھا، حقوق کا تحفظ تھا، جان ومال اور عزت وآبرو کا تحفظ تھا لیکن انسانی تخلیق کے عناصر کو سامنے رکھتے ہوئے ملائکہ نے ضرور اس شبہ کا اظہار کیا: ’’قَالُوْا أَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ‘‘ (البقرۃ:۳۰) آپ ایک ایسی مخلوق پیدا کرنا چاہتے ہیں جو زمین میں فساد پھیلائے گی اور خون بہائے گی؟ لیکن اللہ تعالیٰ نے اُن کی اِس رائے، شک، اور گمان کے علی الرغم فرمایا: ’’قَالَ إِنِّيْ أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ‘‘ (البقرۃ:۳۰) میں جو کچھ کررہا ہوں ٹھیک کررہا ہوں۔

کیا ہم نے کبھی اپنی اس ذمہ داری کا احساس کیا ہے کہ ایک مسلمان کی حیثیت سے ریاست کو وجود میں لاکر قراردادِ مقاصد کے ذریعہ سے ہم نے جو پہلا عہد اپنی قوم کے ساتھ کیا، وہ یہی کہ قوم کے نمائندوں کے ذریعہ سے اللہ کی نیابت کرتے ہوئے قومی واجتماعی زندگی قرآن وسنت کی تعلیمات کے مطابق گزاریں گے۔ اس حوالہ سے علماء کرام کی اپنی کوششیں ہیں، مختلف مکاتبِ فکر کی کوششیں ہیں۔ ریاست نے جب بھی تمام مکاتبِ فکر کے علماء کرام کو اتحاد کی دعوت دی ہے، علمائے کرام نے اس پر لبیک کہا ہے۔ پھر بھی الزام اِنہی کے اوپر ہے کہ آپ ہی لوگ، مذہبی لوگ ہی فساد کی جڑ ہیں۔ ۱۹۵۱ء میں ۲۲ اسلامی نکات ملکی نظام کے لئے بطورِ اساس اور اُصول کے تمام مکاتبِ فکر نے متفقہ طور پر تجویز کیے تھے۔ حضرت مولانا تنویر الحق تھانوی صاحب تشریف فرما ہیں، اِنہی کے گھر جیکب لائن پر اجتماع ہوا تھا، اور آج وہ ہماری دستاویز ہے۔ کیا پاکستان کی تاریخ میں ہم نے اُن ۲۲ اُصولوں کو کوئی اپنی پالیسی اور نظام کی بنیاد بنانے کے لئے توجہ دی ہے؟ قراردادِ مقاصد پر اتفاق، ۲۲ اسلامی نکات پر اتفاق، اور جب ملک کو متفقہ آئین ملا تو پارلیمنٹ کے اندر تمام مکاتبِ فکر نے اِس آئین کو ایک متفقہ اسلامی آئین کے طور پر قوم کے سامنے رکھنے میں جو کردار ادا کیا، کس سے مخفی ہے؟! یہاں سوال پیدا کیا جاتا رہا کہ اسلام تو ہم سب چاہتے ہیں، لیکن کس کا اسلام؟ سنی کا اسلام، شیعہ کا اسلام، دیوبندی کا اسلام، بریلوی کا اسلام، سلفی کا اسلام، کس کا اسلام ہمیں چاہیے؟ چناں چہ اِس کا جواب دیا گیا اور باقاعدہ اسلامی نظریاتی کونسل قائم کی گئی۔ مسئلہ اعتقادات کا ہو تو اُس کا تعلق فرد کے ساتھ ہے، مسئلہ عبادات کا ہو تو اُس کا تعلق فرد کے ساتھ ہے، لیکن قوم کو جس نظام کی ضرورت ہے، حیاتِ اجتماعی میں ہمیں جس نظام کی ضرورت ہے، اُس پر اتفاقِ رائے پیدا کرنے کے لئے آئینی ادارہ قائم کیا گیا، تمام مکاتبِ فکر

(بقیہ صفحہ ۲۳ پر ملاحظہ فرمائیں)

قادیانی سربراہ مرزا مسرور احمد کے نام

کھلا خط

شیخ الحدیث حضرت مولانا زاہد الراشدی مدظلہ

اب سے تقریباً ربع صدی قبل اس وقت کے قادیانی امت کے سربراہ مرزا طاہر احمد کے نام ایک کھلا خط لکھا تھا جو ان کو بھجوانے کے ساتھ ماہنامہ الشریعہ گوجرانوالہ کے ستمبر 1995ء کے شمارے میں شائع ہوا تھا۔ صورتحال جوں کی توں ہے اس لئے وہی خط اب قادیانی امت کے موجودہ سربراہ جناب مرزا مسرور احمد کے نام جاری کیا جا رہا ہے، اس امید کے ساتھ کہ اس پر قادیانی امت اور اس کے بہی خواہ حلقوں میں سنجیدگی کے ساتھ غور کیا جائے گا۔

جناب مرزا مسرور احمد صاحب

سربراہ قادیانی جماعت، مقیم برطانیہ

السلام علی من اتبع الہدیٰ

گزارش ہے کہ ایمنسٹی انٹرنیشنل نے اس سال پھر اپنی سالانہ رپورٹ میں پاکستان میں قادیانی جماعت کے مبینہ انسانی حقوق کی پامالی کا ذکر کیا ہے اور متعدد قادیانیوں کے خلاف درج مقدمات کو انسانی حقوق کی خلاف ورزی قرار دیتے ہوئے حکومت پاکستان کو اس کا ملزم ٹھہرایا ہے۔ میں اس خط کے ذریعے اسی اہم مسئلہ پر آپ سے مخاطب ہو رہا ہوں کیونکہ یہ مسئلہ اس وقت نہ صرف مسلمانوں اور قادیانیوں کے مابین تنازعہ اور کشیدگی میں شدت کا [illegible] بنا ہوا ہے بلکہ بین الاقوامی اداروں [illegible]یوں کے ہاتھ میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ایک ہتھیار کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔ اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلہ میں آپ کو حقائق و مسلمات کی طرف توجہ دلاتے ہوئے آپ سے کوئی ایسا معقول طرز عمل اختیار کرنے کی اپیل کی جائے جو اس کشیدگی میں کمی کا باعث بن سکے اور فریقین اپنی بہترین توانائیاں اور صلاحیتیں اس محاذ آرائی پر صرف کرنے کی بجائے انہیں مثبت مقاصد کے لئے استعمال میں لا سکیں۔

جناب مرزا صاحب! آپ کے دادا مرزا غلام احمد قادیانی نے آج سے ایک صدی قبل نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور نئی وحی کے حوالے سے اپنی تعلیمات پیش کرنے کا آغاز کیا تھا، جسے امت مسلمہ کے تمام علمی و دینی حلقوں نے اسلام کے بنیادی عقیدہ ختم نبوت اور اس کی تیرہ سو سالہ اجماعی تعبیر سے انحراف قرار دیتے ہوئے قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا اور مرزا صاحب اور ان کے پیروکاروں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دے کر ان سے مکمل لاتعلقی کا اعلان کیا تھا۔ جبکہ دوسری طرف مرزا صاحب اور ان کے جانشینوں نے مرزا صاحب پر نازل ہونے والی مبینہ وحی الٰہی پر ایمان لانے کو ضروری گردانتے ہوئے ایمان نہ لانے والوں یعنی دنیا بھر کے مسلمانوں کو اپنا ہم مذہب تسلیم کرنے سے صاف انکار کر دیا تھا۔ اور اس طرح مسلمان اور قادیانی دونوں فریق اس نکتہ پر متفق ہو گئے تھے کہ دونوں گروہ ایک مذہب کے پیروکار نہیں ہیں بلکہ دونوں کا مذہب الگ الگ ہے اور ان میں مذہبی طور پر کوئی نقطہ اتحاد موجود نہیں ہے۔ یہ ایک واقعاتی حقیقت ہی نہیں بلکہ مذاہب عالم کے درمیان ہزاروں سال سے کارفرما ایک مسلمہ اصول بھی ہے جس کی بنیاد پر مذاہب ہمیشہ سے ایک دوسرے سے الگ شمار ہوتے چلے آ رہے ہیں۔ لیکن قادیانی جماعت عملاً اس حقیقت اور اصول پر عمل پیرا ہونے کے باوجود خود کو مسلمان کہلانے پر اصرار کر کے اس اصول کی مسلسل خلاف ورزی کر رہی ہے جو مسلمانوں اور قادیانیوں کے مابین موجودہ تنازعہ اور کشیدگی میں اصل وجہ نزاع ہے۔

قادیانی جماعت کا کہنا ہے کہ چونکہ وہ قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر

عبدالخالق گل محمد اینڈ سنز
گولڈ اینڈ سلور مرچنٹس اینڈ آرڈر سپلائرز
دکان نمبر N-91 صرافہ بازار میٹھادر کراچی
فون: 32545573

ایمان رکھتی ہے اس لئے اسے مسلمان کہلانے کا حق ہے۔ لیکن یہ موقف مذاہب عالم کے تاریخی تسلسل میں کسی طور پر بھی قابل قبول نہیں ہے۔

آپ خود تاریخ پر نظر ڈال لیجئے۔ یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت اور توراۃ پر ایمان رکھتے ہیں، جبکہ عیسائی بھی ان دونوں پر ایمان رکھتے ہیں لیکن ان کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت اور انجیل کو بھی مانتے ہیں، اس لئے وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور توراۃ پر ایمان رکھنے کے باوجود یہودی نہیں کہلاتے بلکہ ایک الگ مذہب کے پیروکار شمار ہوتے ہیں۔ اسی طرح مسلمان حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سمیت تمام انبیاء سابقین کی صداقت پر یقین رکھتے ہیں اور توراۃ، زبور اور انجیل سمیت تمام سابقہ کتب و صحائف کو سچا مانتے ہیں، لیکن چونکہ وہ ان سب کے بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور قرآن کریم پر بھی ایمان رکھتے ہیں، اس لئے وہ نہ یہودی کہلا سکتے ہیں نہ عیسائی بلکہ ان دونوں سے الگ ایک نئے مذہب کے پیروکار تسلیم کئے جاتے ہیں۔

یہ مذاہب عالم کا تاریخی تسلسل ہے جس سے انکار ممکن نہیں ہے۔ اور مسلمانوں کا یہ موقف اسی تاریخی تسلسل کا حصہ ہے کہ قادیانی گروہ چونکہ مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت اور ان پر نازل ہونے والی مبینہ وحی پر ایمان رکھتا ہے اور اس پر ایمان کو اپنے مذہب میں شمولیت کی لازمی شرط قرار دیتا ہے اس لئے وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم پر ایمان کے دعوے کے باوجود ملت اسلامیہ کا حصہ نہیں ہے بلکہ ایک الگ اور نئے مذہب کا پیروکار ہے۔

مذاہب عالم کے مسلمہ اصول اور تاریخی تسلسل کے ساتھ ساتھ مختلف مذاہب کے درمیان جداگانہ شناخت اور پہچان کے نقطۂ نظر سے بھی ضروری ہے کہ قادیانی گروہ چونکہ دنیا بھر کے مسلمانوں کو اپنا ہم مذہب تسلیم نہیں کرتا اس لئے وہ ان سے اپنی شناخت الگ کرے اور الگ نام اختیار کرنے کے علاوہ مذہبی علامات اور اصطلاحات بھی الگ وضع کرے، تاکہ دونوں کے درمیان جداگانہ تشخص اور امتیاز قائم ہو جائے اور کوئی فریق دوسرے کے حقوق پر اثر انداز نہ ہو سکے۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے امت نے قادیانیوں کے بارے میں، اس بات سے قطع نظر کہ نبوت کے نئے دعوے داروں کے حوالہ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ وخلفائے راشدین کے طرز عمل کی روشنی میں ایک اسلامی حکومت کی ذمہ داری کیا ہے، مفکر پاکستان علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ کی تجویز پر صرف اس بات پر قناعت کر لی کہ مسلمانوں اور قادیانیوں کے درمیان جداگانہ مذہبی تشخص قائم کر دیا جائے اور قادیانیوں کو مسلمانوں سے الگ ایک نئے مذہب کا پیروکار تسلیم کر لیا جائے۔ چنانچہ پاکستان میں قادیانیوں کو آئینی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دینے اور قانونی طور پر اسلام کا نام اور مسلمانوں کی مذہبی علامات و اصطلاحات کے استعمال سے روک دینے کے اقدامات کئے گئے۔ جنہیں آج قادیانیوں کے انسانی حقوق کی پامالی کا عنوان دے کر ملت اسلامیہ اور پاکستان کے خلاف مسلسل مہم چلائی جا رہی ہے۔

جناب مرزا صاحب! ''انسانی حقوق'' کے حوالے سے بھی دیکھا جائے تو اصل صورتحال اس سے مختلف ہے کیونکہ مذہبی تشخص اور ملی شناخت کے تحفظ کا حق دوسرے مذاہب کے پیروکاروں کی طرح مسلمانوں کو بھی حاصل ہے۔ اور انہیں مسلمہ طور پر یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی بھی ایسے گروہ کو اپنا نام استعمال نہ کرنے دیں اور اپنی مذہبی اصطلاحات وعلامات کے استعمال سے روکیں جو ان سے الگ مذہب رکھتا ہے، اور وہ اپنا یہ جائز حق استعمال کر کے کسی پر زیادتی نہیں کر رہے اور نہ کسی کا کوئی حق پامال کر رہے ہیں۔ جبکہ اس کے برعکس قادیانی جماعت اپنے مذہب کو مسلمانوں کے مذہب سے الگ قرار دیتے ہوئے بھی اسلام کا نام اور مسلمانوں کی علامات واصطلاحات کے استعمال پر اصرار

سو سال سے زائد بہترین خدمت
ESTD 1880
ABS
ABDULLAH
BROTHERS SONARA
عبداللہ برادرز سونارا
Formerly: H. Elyas Sonara
Shop: NP 2/73, Bhangnari Street, Sarafa Bazar,
Mithader, Karachi. Ph:32546455, Cell:0301-2352363

کر کے مسلمانوں کی مذہبی شناخت کو مجروح کر رہی ہے اور ان کے جداگانہ مذہبی تشخص کو پامال کر رہی ہے جو دنیا بھر کے ایک ارب سے زائد مسلمانوں کے انسانی حقوق کی صریح خلاف ورزی ہے۔ قادیانی جماعت کا یہ طرز عمل مذاہب عالم کے تاریخی تسلسل اور مذاہب کے درمیان فرق و امتیاز کے مسلمہ اصول سے انحراف ہے اور مسلمانوں اور قادیانیوں کے درمیان موجودہ تنازعہ اور کشیدگی میں یہی اصل وجہ نزاع ہے۔

اس ضمن میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قادیانی جماعت کی دو معاصر تحریکوں کے طرز عمل کا بھی حوالہ دیا جائے۔ ایک امریکا کے سیاہ فام لیڈر آلیج محمد کی تحریک ہے جنہوں نے اسی صدی کے دوران اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا لیکن ساتھ ہی نبوت کا دعویٰ کر دیا اور نئی مبینہ وحی کے حوالے سے اپنی تعلیمات پیش کیں، جنہیں ظاہر ہے کہ مسلمانوں نے مسترد کر دیا۔ آلیج محمد کے پیروکاروں کی ایک بڑی تعداد آج بھی موجود ہے لیکن ان کے فرزند جناب وارث دین محمد نے حق کے واضح ہونے کے بعد اپنے باپ کے غلط عقائد سے لاتعلقی کا اظہار کرتے ہوئے ملتِ اسلامیہ کے اجماعی عقائد کو قبول کرنے اور امت کے اجتماعی دھارے میں شامل ہونے کا اعلان کر دیا اور آج وہ امریکا میں صحیح العقیدہ مسلمانوں کے ایک بڑے گروہ کی قیادت کر رہے ہیں۔ اور دوسری تحریک ایران کے بابیوں اور بہائیوں کی ہے جس کے بانی محمد علی باب اور بہاؤ اللہ نے نبوت اور نئی وحی کا دعویٰ کیا لیکن ساتھ ہی مذاہب عالم کے مسلمہ اصول کا احترام کرتے ہوئے اپنا نام اور مذہبی شناخت مسلمانوں سے الگ کر لی اور مسلمان کہلانے یا خود کو مسلمانوں کی صف میں شامل رکھنے پر اصرار نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ مذہب کے بنیادی اختلاف کے باوجود ان کے ساتھ مسلمانوں کا اس طرز کا کوئی تنازعہ موجود نہیں ہے جس طرح کا تنازعہ قادیانیوں کے ساتھ چل رہا ہے۔

جناب مرزا صاحب! یہ ایک نظر آنے والی واضح حقیقت ہے کہ مسلمانوں اور قادیانیوں کے درمیان موجودہ کشمکش کی اصل وجہ مذاہب کا اختلاف نہیں بلکہ مذہبی اختلاف کے منطقی نتائج کو تسلیم نہ کرنا ہے۔ اور یہ امر واقعہ ہے کہ اسے تسلیم نہ کرنے کی تمام تر ذمہ داری قادیانی جماعت پر عائد ہوتی ہے کیونکہ مسلمانوں کا موقف بالکل واضح ہے کہ قادیانی گروہ کا مذہب مسلمانوں کے مذہب سے الگ ہے اس لئے وہ مسلمانوں کا نام اور اصطلاحات استعمال کر کے اشتباہ پیدا نہ کرے اور نہ ہی مسلمانوں کی مذہبی شناخت اور تشخص کو مجروح کرے، بلکہ اپنے لئے الگ نام اور علامات و اصطلاحات وضع کر کے اس کشیدگی کے خاتمہ کی طرف قدم بڑھائے۔

ان گزارشات کے ساتھ آنجناب سے یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ایک غلط اور غیر منطقی موقف پر ضد کر کے نہ خود پریشان ہوں اور نہ مسلمانوں کو پریشان کریں۔ بلکہ بہتر بات تو یہ ہے کہ جناب وارث دین محمد کی طرح غلط عقائد سے توبہ کر کے ملتِ اسلامیہ کے اجماعی عقائد کی بنیاد پر امتِ مسلمہ کے اجتماعی دھارے میں شامل ہو جائیں، آپ کے اس حقیقت پسندانہ فیصلہ کا پوری امتِ مسلمہ کی طرف سے خیر مقدم کیا جائے گا۔ اور اگر یہ آپ کے مقدر میں نہیں ہے تو بابیوں اور بہائیوں کی طرح اپنی مذہبی شناخت مسلمانوں سے الگ کر لیں اور پاکستان کی منتخب پارلیمنٹ کا جمہوری فیصلہ قبول کر کے غیر مسلم اقلیت کا جائز اور منطقی کردار اختیار کر لیں۔ اس کے سوا کوئی تیسرا راستہ معقولیت اور انصاف کا راستہ نہیں ہے اور نہ ہی آپ مغربی حکومتوں اور لابیوں کے سہارے کسی غلط اور نامعقول موقف کو مسلمانوں سے منوا سکتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ یہ گزارشات آپ کو مثبت اور صحیح رخ پر سوچنے کے لئے ضرور آمادہ کر سکیں گی۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

ابوعمار زاہد الراشدی

خطیب مرکزی جامع مسجد، گوجرانوالہ، پاکستان

(روزنامہ اسلام کراچی ۱۲، ۱۳ ر فروری ۲۰۱۸ء)

ABDULLAH SATTAR DINA
& SONS JEWELLERS
عبداللہ ستار ڈینا اینڈ سنز جیولرز
Gold, Silver, Sellers & Order Suppliers
Shop: 85, Kundan Street, Sarafa Bazar,
Mithader, Karachi. Ph: 32514972-32531133

حلال کی برکت اور حرام کی نحوست

مولانا فرید احمد نعمانی

”یَـا اَیُّهَـا النَّـاسُ کُلُوْا مِمَّـا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰـنِ اِنَّـهٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌo اِنَّمَا یَاْمُرُکُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَاءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَo۔“

(البقرۃ:۱۶۸،۱۶۹)

ترجمہ:”اے لوگو! زمین میں جو کچھ حلال پاکیزہ چیزیں ہیں وہ کھاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو۔ یقین جانو کہ وہ تمہارے لئے ایک کھلا دشمن ہے۔ وہ تو تم کو یہ حکم دے گا کہ تم بدی اور بے حیائی کے کام کرو اور اللہ کے ذمہ وہ باتیں لگاؤ جن کا تمہیں علم نہیں ہے۔“

(آسان ترجمہ قرآن)

تشریح وتوضیح:

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی نور اللہ مرقدہ پہلی آیت مبارکہ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں: ”اہل عرب بت پرستی کرتے تھے اور بتوں کے نام پر سانڈ بھی چھوڑتے تھے اور ان جانوروں سے نفع اٹھانا حرام سمجھتے تھے۔ یہ بھی ایک طرح کا شرک ہے؛ کیوں کہ تحلیل وتحریم کا منصب اللہ کے سوا کسی کو بھی نہیں۔ اس بارے میں کسی کی بات ماننی گویا اس کو اللہ کا شریک بنانا ہے؛ اس لئے اس سے پہلی آیات (۱۶۷۔۱۶۵) میں شرک کی خرابی بیان فرما کر اب تحریم حلال سے ممانعت کی جاتی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو کچھ زمین میں پیدا ہوتا ہے، اس میں سے کھاؤ بشرطیکہ وہ شرعاً حلال اور طیب ہو، نہ تو فی نفسہ حرام ہو، جیسے مردار اور خنزیر اور ما اہل بہ لغیر اللہ (جن جانوروں پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے اور اس کی قربت مقصود ان جانوروں کے ذبح سے ہو) اور نہ کسی امر عارضی سے اس میں حرمت آ گئی ہو۔ جیسے غصب، چوری، رشوت، سود کا مال کہ ان سب سے اجتناب ضروری ہے۔ اور شیطان کی پیروی ہرگز نہ کرو کہ جس کو چاہا حرام کر لیا جیسے بتوں کے نام کے سانڈ وغیرہ اور جس کو چاہا حلال کر لیا جیسے ما اھل بہ لغیر اللہ وغیرہ۔“ (تفسیر عثمانی، ص ۱۳)

”وَاَنْ تَـقُـوْلُـوْا عَلَـی اللّٰـهِ مَـا لَا تَعْلَمُوْنَ“ کے ذیل میں حضرتؒ فرماتے ہیں: ”یعنی مسئلے اور احکام شرعیہ اپنی طرف سے (نہ) بنالو۔ جیسا کہ بہت سے مواقع میں دیکھا جاتا ہے کہ مسائل جزئیہ سے گزر کر امور اعتقادیہ تک نصوص شرعیہ کو چھوڑ کر، اپنی طرف سے احکام تراشے جاتے ہیں اور نصوص قطعیہ اور اقوال سلف کی تحریف اور تغلیط کرتے ہیں۔“ (حوالہ بالا)

آیات حدیث نبوی کے آئینے میں:

اس مقام پر علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ عیاض بن حمارؓ کے حوالے سے ایک حدیث قدسی نقل کرتے ہیں، جس میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ”میں نے اپنے بندوں کو جو مال دیا ہے، وہ ان کے لئے حلال ہے۔ (اسی حدیث میں آگے فرمایا گیا) میں نے اپنے بندوں کو دین حنیف (کفر وشرک سے بیزار اور اسلام کی طرف مائل دین) پر پیدا کیا۔ بعد میں شیاطین ان کے پاس آئے اور اُن کو ان کے دین سے متعلق گمراہ کر کے رکھ دیا اور جو چیزیں میں نے اپنے بندوں کے لئے حلال کر رکھی تھیں، وہ ان پر حرام کر دیں۔“

(ابن کثیر:۱/۷۶۳)

کسب حلال اور رزق طیب کی بے شمار برکات ہیں۔ جب لقمہ حلال انسان کے پیٹ میں جاتا ہے تو اس سے خیر کے امور صادر ہوتے ہیں، بھلائیاں پھیلتی ہیں، وہ نیکیوں کی اشاعت کا سبب بنتا ہے۔ اس کے برعکس حرام غذا انسانی جسم کو معطل کر دیتی ہے۔ نور ایمانی بجھ جاتا ہے، دل کی دنیا ویران وبنجر ہو جاتی ہے۔ شیطان اس کے قلب پر قابض ہو جاتا ہے۔ پھر ایسا شخص معاشرے کے لئے موذی جانور بن جاتا ہے۔ جس منہ کو حرام کی لت لگی ہو، اس سے بھلا امور خیر کیسے اور کیوں کر انجام پا سکتے ہیں۔ حلال وحرام کا یہ کھلا فرق اس حد تک اثر انداز ہوتا ہے کہ طیب وپاکیزہ کمائی کھانے والا عند اللہ مقبول ومستجاب بن جاتا ہے؛ جب کہ حرام وخبیث کو جزو بدن بنانے والا، اللہ تعالیٰ کے ہاں مردود ومطرود ٹھہرتا ہے۔ اسی بات کو کئی احادیث مبارکہ میں وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ آیت (یـا ایھـا الناس کلوا.... الخ) اللہ کے حبیب علیہ السلام کے روبرو تلاوت کی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ

عنہ کھڑے ہوئے اور فرمایا: ''یا رسول اللہ! میرے لئے اللہ تعالیٰ سے مستجاب الدعوات بننے کی دعا فرمادیں۔'' آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''اے سعد! اپنا کھانا پاکیزہ اور حلال رکھو۔ تم مستجاب الدعوات بن جاؤ گے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد کی جان ہے! حقیقت یہ ہے کہ جو آدمی اپنے پیٹ میں حرام کا لقمہ ڈالتا ہے تو چالیس دن تک (اس کی عبادات) قبول نہیں کی جاتیں۔ جس بندے کی نشو ونما حرام اور سود کے مال سے ہوئی ہو، جہنم کی آگ اس کے زیادہ لائق ہے۔'' (ابن کثیر:۱/۲۶۷)

ایک دوسری حدیث مبارکہ میں، جو حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے، جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مال حرام کی قباحت وشناعت کو اس انداز میں ذکر فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ پاک ہیں اور پاکیزہ مال ہی قبول فرماتے ہیں۔ اور اللہ رب العالمین (اپنے) مومن بندوں کو بھی اسی چیز کا حکم دیتے ہیں جس کا حکم اپنے پیغمبروں کو دیا۔ پھر آپ علیہ السلام نے قرآن مجید کی یہ آیات تلاوت فرمائیں: یا ایھا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحا (اے رسولو! پاکیزہ اور حلال چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو) یا ایھا الذین امنوا کلوا من الطیبات ما رزقنکم (اے اہل ایمان! جو رزق ہم نے تمہیں دیا ہے، اس میں سے پاکیزہ اشیاء کھاؤ)

اس کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے آدمی کا تذکرہ فرمایا جو لمبے سفر میں پراگندہ حال اور غبار آلود (ہوتا) ہے۔ اور وہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے ہوئے کہہ رہا ہو ''اے میرے رب! اے میرے رب!'' جب کہ (حقیقت حال یہ ہو کہ) اس کا کھانا، پینا اور اوڑھنا (سب) حرام ہے اور حرام کی غذا اسے مل رہی ہو سو اس حالت میں اس کی دعائیں کیسے قبول ہوسکتی ہیں؟'' (مشکوٰۃ:۲۴۱)

دیکھا جائے تو آج اکثر وبیشتر زبانوں پر یہ شکوہ رہتا ہے کہ ''اتنی دعائیں مانگتے ہیں پھر بھی ہماری حالت تبدیل نہیں ہوتی۔'' حالاں کہ تھوڑے تدبر وتفکر سے کام لیا جائے تو ہمیں اپنے معاشرہ اور ماحول میں کسب حلال کی فکر وسوچ ہی مفقود نظر آتی ہے الا ماشاء اللہ! عمومی فضا یہ بن چکی ہے کہ خواہشات کو ضروریات کا درجہ دے دیا گیا ہے؛ جب کہ انسانی خواہش تو بحر بے کنار کی مانند ہے۔ دنیا میں ہر آرزو اور تمنا پوری ہو جائے یہ ناممکن ہے۔ مستزاد یہ کہ ان لامحدود تمناؤں کو پورا کرنے کے لئے ہمارے درمیان ایک دوڑ لگی ہوئی ہے۔ ایک ہی خاندان میں شوہر کی خواہشیں الگ ہیں بیوی کی الگ۔ اولاد کسی اور چیز کے حصول کی امیدیں لگائی بیٹھی ہے تو ماں باپ کسی دوسری فکر میں ہلکان ہوئے جارہے ہیں، مال جمع کیا جارہا ہے۔ اور اس میں یہ نہیں دیکھا جاتا کہ ذریعۂ آمدنی حلال ہے یا حرام، جائز ہے یا ناجائز، طیب ہے یا خبیث، حدود شرع کے اندر ہے یا باہر۔ یہ بالکل وہی صورت حال ہے، جسے ہمارے پیارے نبی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو برس قبل بیان فرمایا تھا۔ آپ علیہ السلام کا ارشاد مبارک ہے: ''لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا، جس میں انسان اس بات کی طرف دھیان نہیں دے گا کہ وہ جو مال حاصل کر رہا ہے؛ حلال ہے یا حرام۔'' (مشکوٰۃ:۲۴۱)

جب انسان اکل حلال کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ صبر وقناعت، زہد وایثار اور جفاکشی کی جگہ حرص وہوس اور عیش کوشی کو اپنا مطمح نظر بنالیتا ہے تو اللہ رب کریم کی طرف سے نازل ہونے والی برکت ختم ہو جاتی ہے۔ جس کے بعد کثرت بھی قلت محسوس ہونے لگتی ہے۔ ایسے شخص کو قارون کا خزانہ بھی مل جائے تو وہ اسے کم تر جانتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ جب اپنے ناپاک مال میں سے اللہ کے راستے میں خرچ کرتا ہے تو وہ اس سے قبول نہیں کیا جاتا۔ اس کے علاوہ یہ حرام بینک بیلنس جب تک اس کی ملکیت میں پڑا رہتا ہے، اس کے لئے دوزخ کی راہ ہموار کرتا رہتا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث مبارکہ میں اس حوالے سے یوں ارشاد فرمایا: ''بندہ مال حرام کما کر (جب) اس میں سے اللہ کے راستے میں کچھ خرچ کرتا ہے تو وہ اس سے قبول نہیں کیا جاتا۔ اسی طرح (جب وہ مال حرام اپنی ذات پر خرچ کرتا ہے تو) اس میں اس کے لئے برکت پیدا نہیں کی جاتی۔ اور (اگر) اس مال حرام کو (ذخیرہ کی نیت سے) اپنے پاس محفوظ رکھتا ہے تو وہ اس کے لئے جہنم کا زادِ راہ بن جاتا ہے۔ یاد رکھو! اللہ تعالیٰ برائی کو برائی سے نہیں، بلکہ اچھائی سے برائی کو مٹاتے ہیں، کیوں کہ خبیث چیز خبیث کو نہیں ختم کر سکتی۔'' (مشکوٰۃ:۲۴۲)

حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری نور اللہ مرقدہ مذکورہ حدیث مبارکہ کے آخری جملے کی تشریح میں لکھتے ہیں: ''حرام مال سے صدقہ اور انفاق گناہ ہے اور یہ اُس گناہ کو نہیں مٹا سکتا جو کسب حرام سے حاصل ہوا ہے۔'' (حاشیہ مشکوٰۃ:۲۴۲)

نکات ومعارف:

۱... ''السوء والفحشاء''

آیت مبارکہ میں آنے والے ان دونوں لفظوں میں لغوی اعتبار سے کیا فرق ہے؟ اس کے بارے میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی قدس سرہ فرماتے ہیں: ''سوء'' وہ چیز جس کو دیکھ کر عقلمند شریف آدمی کو دکھ ہو۔ ''فحشاء'' بے حیائی کا کام۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ اس جگہ ''سوء'' سے مراد مطلق معصیت اور ''فحشاء'' سے مراد گناہ کبیرہ ہے۔'' (معارف القرآن:۱/۴۱۱)

۲...اِنَّمَا یَامُرُکُم:

شیطان کے امر اور حکم کرنے سے مراد دل میں وسوسہ ڈالنا ہے۔ جیسا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدم کے بیٹے کے قلب میں ایک شیطانی الہام واثر ہوتا ہے اور دوسرا فرشتہ کی طرف سے۔ شیطانی وسوسہ کا اثر یہ ہوتا ہے کہ برے کام کرنے کے فوائد اور مصالح سامنے آتے ہیں اور حق کو جھٹلانے کی راہیں کھلتی ہیں اور الہام فرشتہ کا اثر یہ ہوتا ہے کہ خیر اور نیکی پر انعام وفلاح کا وعدہ اور حق کی تصدیق پر قلب مطمئن ہوتا ہے۔ (معارف القرآن:۱/۱۱۴)

۳...خُطُوَاتِ الشیطان:

حضرت قتادہ اور سدی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی ہر نافرمانی ''خطوات الشیطان'' ہے۔ حضرت عکرمہؒ فرماتے ہیں: ''اس سے مراد شیطانی وساوس ہیں'' ابومجلزؒ فرماتے ہیں: ''اس سے مقصود گناہ کی نذر ہے۔'' حضرت شعبیؒ فرماتے ہیں: ''ایک آدمی نے یہ نذر مانی کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کرے گا۔ حضرت مسروقؒ نے اسے ایک مینڈھا ذبح کرنے کا فتویٰ دیا اور فرمایا کہ یہ خطوات الشیطان میں سے ہے۔'' (ابن کثیر:۱/۶۹۲)

۴...انّہ لکم عدو مبین:

یہاں ایک چھوٹا سا اشکال یہ ہے کہ زیر بحث آیت مبارکہ میں شیطان کو انسان کا کھلا دشمن کہا گیا ہے؛ لیکن دوسرے مقام پر فرمایا گیا: ''والذین کفروا اولیاھم الطاغوت'' یعنی شیاطین کافروں کے دوست ہیں۔ ان دونوں باتوں میں بظاہر تعارض ہے۔ اس کا جواب دیتے ہوئے تفسیر مدارک کے مصنف رقم طراز ہیں: ''شیطان حقیقت میں تو انسان کا دشمن ہی ہے؛ لیکن ظاہراً دوست ہے۔ ظاہری طور پر وہ انسانوں کو اپنی دوستی دکھاتا ہے اور ان کے لئے بدی کے اعمال کو مزین وآراستہ کرتا ہے، مگر حقیقت میں اس طرح وہ ان کی تباہی وبربادی کا سامان کررہا ہوتا ہے۔'' (مدارک:۱/۷۹)

حاصل کلام:

یہ ہے کہ حلت وحرمت انسانی ذہن کی اختراع نہیں؛ بلکہ یہ خالصتاً وحی پر مبنی ہے۔ شریعت مطہرہ جس امر کو حلال بتائے وہ طیب وطاہر اور جسے حرام قرار دے وہ ممنوع وناجائز ہے۔ جو کوئی شریعت کے معاملے میں عقل پرستی سے کام لے گا وہ شیطان کے راستے پر ہے۔ حیات مستعار میں کسب معاش اور شکم پری کے لئے پاکیزہ کمائی کے اسباب ڈھونڈنے اور اختیار کرنے چاہئیں۔ حرام خواہ چھوٹا ہو یا بڑا اس سے پرہیز کرنا چاہئے؛ کیونکہ صرف اور صرف طیب غذا سے معاشرہ سدھار کی طرف جاتا ہے، دعائیں قبول ہوتی ہیں، برکات نصیب ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حرام کے لقمہ سے محفوظ اور حلال کی قدر ومنزلت نصیب فرمائیں۔ آمین۔☆☆☆

حلال کی برکت!

..............ابوحذیفہ مخدوم پور

یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب میری عمر دس سال تھی... دادا جان نے کہنا شروع کیا.... ہمارے گھر کے حالات بس کمزور ہی ہوا کرتے تھے.... لیکن اس کے باوجود ہمارے بابا جان ہر سال قربانی باقاعدگی سے ضرور کیا کرتے تھے.... قربانی کا یہ طریقہ تھا کہ ہم ایک چھوٹا سا بکرا یا دنبہ خرید لیتے.... اس کو میرے ابا جان اپنے چھوٹے بھائی یعنی ہمارے چچا کے پاس چھوڑ دیتے تھے.... جن کا اپنا ایک ریوڑ تھا... سال بھر وہ ان کے پاس رہتا وہ اس کی خوب خدمت کرتے... عید قربان سے ایک ہفتہ پہلے میرے بابا جان خود جا کر یا کسی کو بھیج کر وہ جانور گھر منگوا لیتے.... پھر ہم اس کو عید پر ذبح کردیا کرتے تھے... ایک مرتبہ ہمارا جو دنبہ تیار ہوا وہ اتنا صحت مند تھا کہ گائے کے بچھڑے کی طرح لگتا تھا.... کئی لوگوں نے میرے چچا سے اس کو خریدنے کی کوشش کی... مگر میرے چچا یہ کہہ کر ان کو ٹال دیتے کہ بھئی یہ میرا نہیں، میرے بڑے بھائی کا ہے اور ہے بھی قربانی کے لئے... وہ بھی اس کو کسی صورت نہیں بیچیں گے اس کے باوجود کئی لوگ میرے بابا جان کے پاس اس کو خریدنے کے لئے آتے تھے۔ میرے بابا جان بیچنے سے انکار کردیتے آخر عید کے دن قریب آگئے ایک ہفتہ جب باقی رہ گیا تو ایک دن شام کو میرے بابا جان نے مجھے بلایا اور کہا: دیکھو کل صبح سویرے چچا کے گھر چلے جانا اور اپنا دنبہ لے آنا اور وہاں آتے ہوئے آیۃ الکرسی ضرور پڑھ لینا.... میں نے کہا: ٹھیک ہے بابا جان... صبح کو میں نے لسی پی... پراٹھے کے ساتھ ناشتہ کیا اور سویرے ہی چل پڑا.... تھوڑی دیر کے بعد ہی میں چچا کے گھر پہنچ گیا، اس وقت سواریاں بہت کم ہوتی تھیں، اس لئے میں پیدل ہی چل پڑا۔ چچا کام کے لئے کھیتوں میں گیا ہوا تھا.... اس لئے مجھے دیر ہوگئی اور واپس آتے آتے شام ہوگئی.... راستے میں ایک جنگل میں سے گزرنا پڑتا تھا... اور میری خواہش تھی کہ میں جلد از جلد سورج چھپنے سے پہلے اس جنگل سے گزر جاؤں.... دنبہ وہاں سے لے کر میں نکلا تو عصر ہونے والی تھی میں پیدل ہی اس کو لے کر چل پڑا.... جنگل تک پہنچتے پہنچتے سورج چھپ گیا.... میں نے اپنے قدم اور زیادہ تیز کردیے.... ابھی میں نے آدھا جنگل ہی طے کیا تھا کہ ایک دھاڑ کی آواز سن کر میرے اوسان خطا ہوگئے: رک جاؤ ایک قدم بھی آگے بڑھایا تو جان سے ماردیں گے، میں چاروناچار رک گیا.... میں نے دیکھا کہ وہ چار آدمی تھے ان کے ہاتھوں میں بندوقیں تھیں، انہوں نے اپنے چہرے چھپا رکھے تھے.... وہ میرے قریب آئے.... چپ چاپ یہ دنبہ ہمارے حوالے کردو ورنہ ابھی ابھی ادھر ہی ختم کردیں گے.... اور دنبہ بھی لے جائیں گے.... بھئی یہ دنبہ ہمارا قربانی کا ہے ہم غریب... چپ ہوجا قربانی کے بچے.... چپ چاپ ہمارے حوالے کردے.... ورنہ انجام کا ذمہ دار تو خود ہوگا.... ناچار میں نے چپ میں ہی عافیت سمجھی اور دنبہ کی رسی ان کے

(باقی صفحہ:۱۷ پر)

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حیاتِ مبارکہ پر

ایک پُرمغز تبصرہ

مولانا منظور احمد نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت مبعوث ہوئے‘ اس وقت انسانوں کی اس دنیا میں اس زمانہ اور ماحول کے معیار کے مطابق سب کچھ تھا۔ ہاں اللہ پر ایمان اور اس سے صحیح تعلق رکھنے والے اور اس کی طرف بلانے والے بندے موجود نہیں تھے‘ ایسے بندوں کے وجود سے اس وقت دنیا گویا خالی تھی اور اس وجہ سے گویا پوری دنیا بحرِ ظلمات بنی ہوئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی لئے مبعوث ہوئے کہ انسانوں کو اللہ تعالیٰ سے آشنا اور وابستہ کریں اور زندگی کا صحیح طریقہ دینِ حق ان کو بتائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب نبی کی حیثیت سے اس دنیا میں کھڑے ہوئے اور دینِ حق یعنی زندگی کے صحیح طریقے کی آپؐ نے دعوت دینی شروع کی تو اس وقت تنہا آپ ہی اس دین اور اس زندگی کے حامل تھے‘ شروع میں آپ کی دعوت کو ایک ایک دو دو آدمیوں نے قبول کیا اور ہدایت کا کام بہت سست رفتاری سے چلا۔ اسی حال میں قریباً تیرہ سال مکہ معظمہ میں رہے‘ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپؐ نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی‘ وہاں کی زمین دینِ حق کی دعوت کے لئے زیادہ تیار اور سازگار تھی‘ تھوڑی ہی مدت میں وہاں کی قریب قریب پوری آبادی نے دین قبول کرلیا‘ اس وقت دنیا کے بحرِ ظلمات میں مدینہ طیبہ نور اور ہدایت کا گویا ایک جزیرہ اور مرکز تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اور تعلیم و تربیت کے نتیجہ میں مدینہ طیبہ کی قریب قریب پوری آبادی آپؐ کے رنگ میں رنگ گئی‘ اس وقت مدینہ منورہ اس طرزِ زندگی کا پورا نمونہ تھا‘ جس کی دعوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیتے تھے اور جو خود آپؐ کی زندگی تھی۔

اس زندگی کا اگر تجزیہ اور تحلیل کی جائے تو معلوم ہوگا کہ اس کے چار بنیادی امتیازات تھے:

۱:...... ایک اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات پر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی تمام غیبی حقیقتوں پر کامل یقین‘ ایسا یقین جو اللہ تعالیٰ سے اور ان حقیقتوں سے کبھی غافل نہ ہونے دے۔

۲:...... دوسرے اس بات کا یقین کہ ہر قسم کی فلاح و سعادت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور فرمانبرداری میں ہے اور اس بنا پر پوری اطاعت اور فرمانبرداری اور معصیتوں سے پرہیز۔

۳:...... تیسری چیز دنیا کی ساری فکروں کے مقابلے میں آخرت کی فکر کا غلبہ اور اس کی وجہ سے تنہائیوں میں بھی اللہ تعالیٰ کے حضور میں رونا۔

۴:...... چوتھے اس بات کی فکر کہ یہ ایمان اور ایمان والی زندگی‘ جس کی دعوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیتے ہیں اور جس کی توفیق ہم کو مل گئی ہے‘ ساری دنیا میں پھیل جائے اور سارے انسان اس سعادت کو اپنا کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے تعلق کو صحیح کرلیں اور پھر دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے فضل کے مستحق ہوجائیں۔

یہ چار باتیں وہ تھیں جو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک میں بدرجہ کمال موجود تھیں اور آپ کی دعوت اور تعلیم و تربیت کے نتیجہ میں آپ کے عام صحابہ کرامؓ فرقِ مراتب کے باوجود ان صفات اور امتیازات کے حامل تھے‘ گویا اس وقت مدینہ طیبہ ایک ایسی بستی تھی‘ جس کے ہر شخص کا یہ حال تھا کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی صفات و ذات پر اور دوسری ایمانی حقیقتوں پر ایسا یقین تھا‘ جو اس کی پوری زندگی پر حاوی تھا۔ آخرت کی فکر دوسری تمام فکروں پر غالب تھی جو ان کو رات کی اندھیریوں میں بھی رلاتی تھی‘ نفس کے تقاضوں کے مقابلہ میں اللہ و رسول کے احکام پر چلنا ان کا شعار تھا‘ عام انسانوں کی ہدایت اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کے صحیح ہونے کا مسئلہ ان کے نزدیک اپنے تمام دنیوی مسئلوں سے مقدم اور اہم تھا۔

یہ تھی وہ زندگی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے تھے اور اس زندگی کی حامل امت کا تیار کرنا آپ کا وہ خاص کام تھا‘ جس کے لئے آپ کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا تھا۔

اس زندگی کی دو خاصیتیں تھیں‘ ایک یہ کہ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد اور رحمت تھی‘ جس کا نتیجہ یہ تھا کہ دنیا کی جو طاقت سرکشی اور استکبار کے ساتھ اس زندگی سے ٹکرائی‘ اللہ تعالیٰ نے اس کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا اور پھر اس زندگی کی حامل امت کے قدموں میں ڈال دیا‘ پہلے اللہ کی اس نصرت کا ظہور عرب میں ہوا اور فتح مکہ پر گویا اس کی تکمیل ہوگئی‘ بعد میں روم

اور فارس کی حکومتوں کے ساتھ یہی ہوا اور یہ دونوں حکومتیں اس امت کے قدموں کے نیچے آ گئیں۔ بہر حال ایک خصوصیت اس زندگی کی یہ تھی کہ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نصرت اور مدد تھی۔ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا ہے اور قیامت تک کے لئے یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ اور گویا ازلی ابدی آسمانی منشور ہے:

''ایمان اور ایمانی زندگی کے داعی
اپنے رسولوں کی اور ان کی راہ چلنے والے
اہل ایمان کی ہم مدد اور حمایت کریں گے۔
اس دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت کے
اس دن بھی جب کہ خداوندی عدالت قائم
ہوگی اور اس میں گواہ پیش ہوں گے۔''

دوسری جگہ فرمایا گیا:

''تمہارے دشمنوں اور مخالفوں کے
مقابلہ میں تم کو بالا اور برتر رکھا جائے گا'
بشرطیکہ تم ایمان کی راہ پر قائم رہو گے۔''

دوسری خصوصیت اس ایمانی زندگی کی یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے ایک خاص کشش اور تاثیر بلکہ تسخیر کی طاقت رکھی ہے جو شخص اس زندگی کو صحیح صورت میں دیکھے گا اور اس کا تجربہ کرے گا' وہ اس سے ضرور متاثر ہوگا اور اس کا گرویدہ ہو جائے گا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جن ملکوں میں گئے اور جن قوموں نے انہیں دیکھا اور ان کی مومنانہ اور خدا پرستانہ زندگی کا تجربہ و مشاہدہ کیا' وہ اس کی گرویدہ ہو گئیں اور بہت تھوڑی مدت میں وہ پورے ملک دارالاسلام بن گئے۔ یہ شام' یہ عراق' یہ مصر' یہ ایران' یہ سب وہی تو ہیں' جنہوں نے شروع میں اسلام کا سخت مقابلہ کیا تھا۔ اب سے کچھ عرصہ پہلے تک فتوح الشام اور فتوح العجم اور فتوح المصر وغیرہ کتابیں مسلمانوں میں عام طور سے پڑھی جاتی تھیں۔ آپ میں سے بہت سوں نے یہ کتابیں پڑھی یا سنی ہوں گی اور آپ کو یاد ہوگا کہ اسلام کے ابتدائی دور میں یہ سب ملک اور ان کے بسنے والے اسلام کے کیسے سخت دشمن تھے' لیکن ان ملکوں پر مسلمانوں کا سیاسی اقتدار قائم ہونے کے بعد جب مسلمان ان ملکوں میں رہے' بسے اور یہاں کے رہنے والوں نے ان کو دیکھا' برتا تو انہوں نے عام طور ان کے دین اور ان کے طریق زندگی کو اپنا لیا۔

☆☆..........☆☆

بقیہ: حلال کی برکت

ہاتھ میں دے دی، وہ دنبہ لے کر ابھی وہاں سے چلے ہی تھے کہ پورا جنگل شیر کی خوفناک دھاڑ سے گونج اٹھا.... میرے ساتھ ساتھ ڈاکو بھی حواس باختہ ہوگئے، بھاگو، بھاگو ورنہ آج مارے جائیں گے لگتا ہے کہ شیر آ گیا ہے.... ''ان ڈاکوؤں میں سے ایک نے کہا اور وہ سب دنبہ وہیں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ دراصل مشہور یہ تھا کہ ہر سال ایک مرتبہ اس جنگل میں ایک شیر آتا ہے مگر اس کے وقت کا کوئی پتہ نہ تھا وہ ایک دن دو دن ٹھہر کر خود بخود غائب ہو جاتا تھا.... اس کے آنے کا دن تو کوئی متعین نہ تھا البتہ وہ جب آتا تھا تو آتا شام کو تھا.... اس لئے لوگ سورج چھپ جانے کے بعد وہاں سے گزرنے سے ڈرتے تھے، میں نے سوچا کہ چلو میں بھی دنبہ کو پکڑ کر جلدی سے نکل جاتا ہوں.... میں نے دنبے کی رسی پکڑی اور تیزی سے باہر کا رخ کیا مگر ابھی میں تھوڑا سا ہی چلا تھا کہ شیر میرے سامنے آ گیا، اب مجھے اپنی موت سامنے نظر آنے لگی.... اس سے پہلے کہ شیر مجھ پر حملہ کرتا، دنبہ شیر کے خوف سے میرے ہاتھ سے رسی چھڑا کر بھاگ گیا، اس کو بھاگتے دیکھ کر شیر نے میری طرف سے توجہ ہٹائی اور دنبے کے پیچھے بھاگ کر گھنے درختوں میں غائب ہوگیا.... میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ دنبہ گیا، چلو جان تو بچی، مجھے امید تھی کہ شیر کو دنبہ کو پکڑ کر مارنے اور کھانے میں کچھ وقت لگ جائے گا.... اتنے میں میں جنگل سے نکل جاؤں گا.... میں نے دوڑنا شروع کر دیا مگر جنگلی بوٹیوں کی وجہ سے دوڑنے میں مشکل ہو رہی تھی ابھی میں کچھ ہی فاصلہ چلا تھا کہ اچانک مجھے سامنے سے شیر کی خوفناک دھاڑ سنائی دی.... ایسے لگا جیسے شیر بالکل میرے سامنے والے درختوں کے پیچھے ہے تو میں کانپ کر رہ گیا کہ اب شیر مجھے مار دے گا.... میں ابھی کھڑا ہی تھا کہ سامنے سے ایک درخت کی اوٹ سے دنبہ نکل کر میرے سامنے آ گیا اور اس کے پیچھے شیر بھی تھا.... اب دنبہ میرے قریب آ کر کھڑا ہو گیا گویا وہ زبان حال سے کہہ رہا تھا کہ مجھے اس سے بچاؤ.... میرا نیچے کا سانس نیچے اور اوپر کا اوپر رہ گیا کہ اب پتہ نہیں کیا بنتا ہے.... شیر نے اچانک میری جانب دیکھا اور جنگل سے باہر کی طرف منہ کر کے چل پڑا.... چار پانچ قدم چل کر اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا پھر آگے کو چل پڑا گویا وہ مجھے کہہ رہا تھا کہ آؤ میرے پیچھے آ جاؤ میں نے ہمت کر کے دنبہ کی رسی پکڑی اور شیر کے پیچھے چل پڑا.... چلتے چلتے جنگل ختم ہو گیا میں نے جیسے ہی جنگل سے باہر قدم رکھا شیر مڑ کر دوبارہ جنگل کے گھنے درختوں میں غائب ہو گیا.... یہ دیکھ کر میری جان میں جان آئی.... میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور سرپٹ دوڑ لگا دی... تھوڑی ہی دیر میں میں گھر پہنچ گیا.... گھر والے سب پریشان تھے خصوصاً ابا جان تو بڑے غصے میں تھے مگر مجھے صحیح سلامت دیکھ کر وہ چپ ہو گئے، مجھ سے دیر سے آنے کی وجہ پوچھی تو میں نے ساری بات بتا دی.... ساری بات سن کر ابا نے کہا: بیٹا وہ شیر حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہاری اور اس دنبہ کی حفاظت کے لئے بھیجا گیا تھا اور یہ سب کچھ آیۃ الکرسی کی برکت تھی اور میری حلال کمائی کی برکت تھی... میں ایک دن بھوکا رہ لینا گوارا کر لیتا ہوں مگر حرام نہ خود کھاتا ہوں نہ تمہیں کھلاتا ہوں .... یہ دنبہ میری عین حلال کی کمائی کا تھا۔ اس کو کوئی بھی کچھ نہیں کہہ سکتا اور ہاں آج تم بھی میرے ساتھ وعدہ کرو کہ تم بھی زندگی بھر کبھی حرام کے قریب نہیں جاؤ گے، میں نے اپنے ابا سے وعدہ کر لیا اور بیٹا میں الحمد للہ! اس وعدہ پر اب تک قائم ہوں میں نے کبھی اپنی اولاد کو حرام نہیں کھلایا جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے آج مجھے اتنا کچھ دیا ہے اور ہاں تم بھی مجھ سے وعدہ کرو کہ کبھی حرام نہیں کھاؤ گے، کسی کی چیز کو بغیر پوچھے استعمال نہیں کرو گے، کبھی چوری نہیں کرو گے، کیا تم مجھ سے وعدہ کرتے ہو؟ جی دادا جان! ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں کہ ہم کبھی بھی ان شاء اللہ! حرام نہیں کھائیں گے۔

دنیا کے نظام کی بہتری میں

امتِ دعوت کا کردار

مولانا محمد رابع حسنی ندوی

مسلمان کا نام "مسلم" یہ کوئی نیا نام نہیں ہے، یہ اس کے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے انبیاءؑ کے یہاں بھی اہل حق کے لئے جو اپنے رب واحد کی بندگی کرنے والے اور توحید کا عقیدہ رکھنے والے اور اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے نبی علیہ السلام کی اطاعت کرنے والے تھے، یہی نام استعمال ہوا۔ قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق یہ ذکر آیا ہے کہ انہوں نے ہی یہ نام اپنے ماننے والے اہل توحید کو دیا تھا اور صرف نام ہی نہیں دیا تھا بلکہ کامل شریعت بھی یہی پہنچائی، عربی کے لفظ شریعت کو دستور زندگی سے تعبیر کیا جا سکتا ہے، اسلام سے قبل کے نبیوں کی شریعت ان کی قوموں کے حالات اور زمانے کے فرق کی بنا پر صرف کچھ جزوی فرق رکھتی تھی، ایک نبی کے بعد دوسرے نبی کے آنے پر یہ جزوی فرق ہوتا تھا جو آخر میں مسلمانوں کے نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا۔

لہٰذا سابقہ نبیوں کی شریعت کو آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ مکمل کر دیا گیا کہ اب اس کو قیامت تک کسی فرق کے بغیر جاری رہنا ہے، اس طرح یہ امت اپنے ضوابط زندگی کے اعتبار سے بالکل کامل معیاری امت بنا دی گئی، اسی کے ساتھ ساتھ اس کو دوسری امتوں کا نگراں اور گواہ بھی بنا دیا گیا، شریعت ضوابط زندگی کا نام ہے، یہ ضوابط زندگی کیا ہیں؟ یہ زندگی کو دشوار بنانے والے یا اس میں تنگی پیدا کرنے والے ضوابط نہیں ہیں، یہ آسان اور قابل عمل ضوابط ہیں، ان میں انسان کی انسانیت کا تحفظ ہے، اس میں اس کے معیار کے لائق ہی سطح زندگی کو مقرر کیا گیا ہے، اس میں جہاں اپنے خالق اور مالک اور رب کو ماننے اور اس کو اپنا آقا سمجھنے کی تاکید ہے اور اس ماننے اور اس کو ظاہر کرنے کے لئے چند اعمال کے اعتبار سے آسان عبادات مقرر کی گئی ہیں، وہاں انسان کی انسانیت کے لائق برتر اور بہتر اخلاق و عادات کے اختیار کرنے کی بھی تاکید آئی ہے، مثلاً قرآن مجید میں جگہ جگہ جہاں یہ کہا گیا ہے کہ تم اپنے رب واحد کو مانو اور اس کی عبادت کرو اور اس کے برابر یا اس جیسا کسی اور کو نہ سمجھو تو وہیں جگہ جگہ یہ بھی آیا ہے کہ اپنے والدین کے حقوق ادا کرو، کیونکہ انہوں نے تمہاری پرورش میں محنت کی ہے اور قربانی دی ہے، اسی طرح جہاں جہاں عبادت کے سلسلہ میں نماز پڑھنے کا حکم آیا وہاں اپنے مال میں سے غریبوں کے لئے رقم نکالنے کی تاکید بھی آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی آسمانی کتاب میں جگہ جگہ اخلاق و عادات کی تاکید تفصیل سے بیان کی ہے حکم دیا ہے کہ کسی کے ساتھ ظلم نہ کرو، کسی کا حق نہ مارو اور گندی اور فحش بات نہ کہو، بخل نہ کرو اور بے ضرورت کاموں میں مال کو ضائع نہ کرو اور آپس میں میل محبت سے رہو، کمزوروں کا ساتھ دو، معاملہ جس سے بھی کرو انصاف کے ساتھ کرو۔

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں بے شمار چیزیں پیدا کی ہیں تا کہ انسان ان سے اپنی ضرورتیں پوری کرے اور زندگی کے فطری تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے شریعت پر عمل کرے، اللہ تعالیٰ نے اس کے اصول بھی بتا دیئے تا کہ انسان ان عظیم اور متنوع چیزوں سے فائدہ اٹھانے میں ان سے مدد حاصل کرے۔

انسان پر یہ ذمہ داری عائد کی گئی ہے کہ وہ زندگی کے نظام کو اپنے رب واحد کے حکم کے مطابق چلائے اور یہ ثابت کرے کہ اس کے اللہ نے اس کو سب مخلوقات پر علم و انصاف سے کام لینے کی فوقیت دی ہے، اس کو یہ اعزاز عطا کیا ہے کہ وہ اس عالم میں حاکم ہے، لہٰذا اسے انصاف کے ساتھ ان کی ہدایات کے مطابق نظام چلانا ہے، جو انسان کو اس نے اپنے نبیوں کے ذریعہ بتلا دیا ہے اور جس کا سلسلہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر تکمیل کو پہنچا اور آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اس کو مکمل صورت بخشی گئی۔

مسلمانوں کو یہ تاکید ہے کہ رب العالمین کی طرف سے عطا کردہ اس شریعت کو اپنی زندگیوں میں جاری کریں اور دوسروں کو اس کے مطابق بنائیں، اس کو اختیار کرنے کی دعوت دیں وہیں دوسری قوموں کا بھی یہ فریضہ بنتا ہے کہ وہ یہ معلوم کریں کہ اس شریعت میں کیا ہے، اس کو معلوم کر کے اپنے عقائد و اعمال کو اس کے مطابق صحیح شکل دینے کی کوشش کریں تو ایک طرف مسلمانوں پر شریعت کی تابعداری کا صحیح اور مکمل نمونہ پیش کرنے اور اس کی دعوت دینے کا فریضہ عائد ہوتا ہے تو دوسری طرف سارے انسانوں پر بھی عقائد و اعمال کے صحیح نمونہ کو اختیار کرنے کی ذمہ داری آتی ہے، اس کے ذریعہ ہی انسان دیگر ساری مخلوقات سے برتر اور بہتر مقام پر فائز قرار پائے گا اور رب العالمین کے بنائے ہوئے نظام کے قائم رکھنے میں اپنی ذمہ داری کو پوری کرے گا۔

☆☆............☆☆

عاصمہ جہانگیر کی موت

تصویر کا دوسرا رخ

عبدالمنان معاویہ

ہر انسان میں کچھ خوبیاں اور کچھ خامیاں ہوتی ہیں، لیکن دیکھا یہ جاتا ہے کہ پلہ کس علت کا بھاری ہے، اگر خوبیوں کا پلڑا بھاری ہو تو اُس انسان کی خامیوں کا نظر انداز کر دیا جاتا ہے اور اگر خامیاں زیادہ ہوں تو خوبیوں پر نظر نہیں جاتی، کچھ یہی معاملہ عاصمہ جہانگیر کا بھی تھا، کہ ان میں کچھ خوبیاں بھی تھیں، مثلاً وہ اپنے مافی الضمیر بیان کرنے میں نڈر تھی، اور کسی لیت ولعل کا مظاہرہ نہیں کرتی تھی، انہوں نے کئی مواقع پر غریبوں کے حقوق کے لیے بھی آواز اٹھائی ہے، کہا جاتا ہے کہ عاصمہ جہانگیر کے والد غلام جیلانی بھی انسانی حقوق کے علمبردار اور جمہوریت کی حمایت کرنے والوں میں سے تھے اور انہوں نے ڈکٹیٹر شپ کی شدید مخالفت کی، عاصمہ جہانگیر میں بھی یہ تینوں چیزیں بدرجہ اتم موجود تھیں جو شاید انہیں اپنے والد سے موروثی ملی ہوں۔

ان کی وفات کے بعد الیکٹرانک و پرنٹ اور سوشل میڈیا نے جس طرح عاصمہ جہانگیر کی تصویر پیش کی ہے وہ تصویر کا ایک رخ ہے اور یہ اس رخ کو بھی مبالغہ آرائی کے ساتھ پیش کیا گیا، جس سے نسل جدید کے سامنے عاصمہ جہانگیر کا ایک ہی رخ سامنے آتا ہے، ہم جانتے ہیں کہ اسلامی تعلیمات میں مرنے والے کی بدگوئی یا اس میں موجود خصلت بد کا تذکرہ کرنے سے منع کیا گیا ہے، لیکن اگر عاصمہ جہانگیر کی خدمات کے تذکرہ میں زمین وآسمان کے قلابے نہ ملائے جاتے تو ہم بھی درج ذیل سطور ضبط تحریر میں نہ لاتے اور یہ چند امور بھی ہم اپنی طرف سے کچھ کہنے کے بجائے ارض پاک کے معروف ومعتدل فکر کی حامل شخصیت مولانا زاہد الراشدی کے تحریر سے چند اقتباس پیش کرتے ہیں: ’’سب سے پہلی بات اسلامی جمہوریہ پاکستان کی اسلامی نظریاتی تشخص اور اس حقیقت واقعہ کی ہے کہ پاکستان کا قیام مسلمانوں کے تہذیبی تشخص کی حفاظت اور اسلامی نظام وقوانین کے نفاذ کے لئے عمل میں لایا گیا تھا، اسی بنیاد پر پاکستان کے دستور میں اسلام کو ملک کا ریاستی مذہب قرار دیا گیا ہے اور پارلیمنٹ کو اس بات کا پابند کیا گیا ہے کہ وہ قرآن وسنت کے خلاف کوئی قانون نہیں بنا سکتی، مگر محترمہ عاصمہ جہانگیر کے اب تک منظر عام پر آنے والے خیالات وافکار کے مطابق انہیں اس بات سے اتفاق نہیں ہے، اور وہ اسے جمہوریت کی بالادستی اور پارلیمنٹ کی خودمختاری کے منافی سمجھتی ہیں۔

دوسرا مسئلہ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور قادیانی مسئلے کے دستوری حل کا ہے، پوری ملت اسلامیہ کے متفقہ مؤقف، پاکستان کے تمام مذہبی مکاتب فکر کے علمائے کرام کے مشترکہ فیصلے، پاکستانی عوام کی غالب ترین اکثریت کے عقائد وجذبات اور منتخب پارلیمنٹ کے جمہوری فیصلے کے مطابق مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکاروں کے دونوں گروہ غیر مسلم ہیں اور مسلم کمیونٹی کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں ہے، جبکہ محترمہ عاصمہ جہانگیر نے اس سلسلے میں عوامی مطالبے اور جدوجہد کے نتیجے میں ہوئے دستوری اور قانونی فیصلوں کو ہمیشہ ہدف تنقید بنایا ہے اور ان فیصلوں کو منسوخ کرانے کی جدوجہد میں پیش پیش رہی ہیں، حتیٰ کہ خود ان کے خاوند مبینہ طور پر قادیانی ہیں، جس کا وہ اخباری انٹرویو میں اعتراف کر چکی ہیں اور وہ اسے کوئی حرج کی بات تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔

تیسرا مسئلہ تحفظ ناموس رسالت کا ہے، اس کے دو الگ الگ منظر ہیں، ایک منظر مغربی ممالک کا ہے جہاں وقتاً فوقتاً توہین رسالت کے واقعات ہوتے رہتے ہیں، اور دنیا بھر کے مسلمان ان کے خلاف اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہیں، دوسرا منظر قومی ہے، اور پاکستان میں ناموس رسالت کی توہین جرم قرار دے کر اس پر موت کی سزا مقرر کی گئی ہے اور عالمی سیکولر لابیاں اس قانون کو انسانی حقوق کے ان کے مبینہ تصور کے منافی قرار دے کر اسے منسوخ کرنے کا مطالبہ کرتی رہتی ہیں، دونوں حوالوں سے اب تک کا ریکارڈ یہ ہے کہ محترمہ عاصمہ جہانگیر کا وزن کسی بھی مرحلے میں پاکستان کے عوام کے جذبات وعقائد کے پلڑے میں نہیں پڑا، بلکہ بین الاقوامی سیکولر لابیوں کے پلڑے میں ہمیشہ ان کا وزن رہا ہے اور انہوں نے پاکستانی عوام کے جذبات واحساسات کو کبھی وقعت نہیں دی۔‘‘

مولانا زاہد الراشدی کی درج بالا تحریر عاصمہ جہانگیر کی زندگی میں شائع ہوئی تھی، لیکن عاصمہ جہانگیر نے مولانا کے بیان کردہ نکات میں سے کسی کی تردید نہیں کی، اور ’’92 نیوز لاہور‘‘ کے کالم نگار سعد اللہ شاہ نے ’’عاصمہ جہانگیر کی پہچان‘‘ کے عنوان سے لکھا ہے کہ:

’’ ناموس رسالت، ختم نبوت والے حساس معاملے میں درست کہ اس قانون کو غلط استعمال کیا جا رہا ہے، مگر اس قانون کو ختم کرنے والی بات تو کروڑوں مسلمانوں کی دل آزاری

کرنے کے مترادف ہے، اس حوالے سے وہ سلمان تاثیر کی ہمنوا تھیں۔‘‘

(بابت:13فروری2018ء)

کیا یہ حقیقت نہیں کہ عاصمہ جہانگیر کے خاوند طاہر جہانگیر سکہ بند قادیانی تھے، تو پھر یہ سوال اپنی جگہ پر قائم رہے گا کہ ایک قادیانی کا نکاح عاصمہ جہانگیر کے ساتھ شرعی و قانونی طور پر کیا حیثیت رکھتا ہے؟ حقوق نسواں اور مادر پدر آزاد خیالی میں زمین وآسمان کا فرق ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ مرضی کی شادیوں کے نام پر عزت دار گھروں کی لڑکیوں کو گھروں سے فرار ہوکر محبت کی شادی کے نام پر شادیاں رچانے سے والدین پر جو بیتی، گھروں کے گھر برباد ہوئے ان کی ذمہ داری کیا عاصمہ جہانگیر کے نامۂ اعمال میں شامل نہ ہوگی؟۔

بیرونی این جی اوز کی فنڈنگ سے رولنگ کلاس کی بیگمات کے ذریعے انسانی حقوق کے نام پر جو ’’تجارت‘‘ کی گئی اور ان کے ذریعے اینٹی اسلام، اینٹی اسٹیٹ فکر کو توانائی بخشی گئی، اس کی ذمہ داری کس پر آتی ہے؟ توہین اسلام اور توہین عدالت کیا عاصمہ جہانگیر کا وطیرہ نہیں رہا؟ پاکستان نے ایٹمی دھماکہ کیا تو عاصمہ جہانگیر نے اس کو امن کے خلاف قرار دیا، لیکن اس سے پہلے انڈیا کے ایٹمی دھماکوں پر سکوت اختیار کئے رکھا۔

اسلامی نظریاتی کونسل، وفاقی شرعی عدالت اور ملک میں شرعی قوانین کے نفاذ کا مسئلہ جب بھی سامنے آیا عاصمہ جہانگیر نے نہ صرف ان قوانین کی مخالفت کی بلکہ ان قوانین کو ظالمانہ بھی قرار دیا، قادیانیوں سمیت ہر دین دشمن گروہ کی پذیرائی زندگی بھر ان کی روٹین رہی، یہی وجہ ہے کہ فاروق حیدر کے سوا کوئی نماز جنازہ پڑھانے والا نہ ملا، اور نماز جنازہ میں بھی نیم عریاں انداز میں وضو اور بے وضو خواتین نے جو شرکت کی اس کو میڈیا نے مثبت رنگ دینے کی کوشش کی، حالانکہ صورتحال اس کے برعکس ہے۔ عاصمہ جہانگیر کے ساتھ بیتے دنوں کا تذکرہ یا اُن امور کا ذکر جو مذہبی واجتماعی معاملات سے ہٹ کر ہو کوئی کرنا چاہے تو شوق سے کرے، لیکن عاصمہ جہانگیر کو موضوع بنا کر علماء دین یا دینی جماعتوں پر تنقید کا شوق پورا نہ کرے، ہم نے بھی صرف عاصمہ جہانگیر کی ذات کو نشانہ بنانے کی بجائے اُن کے اجتماعی معاملات میں کی گئی بے اعتدالیاں ذکر کی ہیں کہ وہ محسن انسانیت ﷺ کی مقدس تعلیمات پر مکمل عدم اعتماد کرکے خدمت انسانیت کرنا چاہتی تھی اور یہ ان کے پاس تفویض کیا گیا ایجنڈا بھی تھا جس پر وہ عمر بھر قائم بھی رہیں اور اعلانیہ اس کا اظہار بھی کرتی رہیں۔

ہم صرف یہ عرض کناں ہے کہ عاصمہ جہانگیر کا معاملہ اب اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے، اس لئے اُن کی مذہب بیزار باتوں کی بے جا حمایت کرکے انہیں ایصال ثواب نہ پہنچایئے اور اُن کی کوتاہیوں کو زیر بحث بھی نہیں لانا چاہیے یوں سمجھئے کہ

’’اک لمحہ تھا جو گزر گیا‘‘

اس سے زیادہ تند و تیز لہجے میں لکھنا ہمارے مزاج و تربیت میں شامل نہیں ہے، لہٰذا اسی پر اکتفاء کرتے ہیں اس درخواست کے ساتھ کہ عاصمہ جہانگیر کی خدمات کے ساتھ ساتھ دوسرے پہلو کو بھی اجاگر کرنے کی ضرورت ہے تاکہ توازن قائم رہے اور تاریخ کا ریکارڈ بھی درست رہے۔

☆☆..................☆☆

رفع ونزول عیسیٰ علیہ السلام

(۱۵)

حافظ عبیداللہ

امام مالکؒ اور رفع ونزول عیسیٰ علیہ السلام

امام مالکؒ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا قائل ہونے پر مرزا قادیانی نے تو کوئی دلیل نہیں پیش کی البتہ مرزائی پاکٹ بک میں علامہ طاہر پٹنی کی مجمع بحار الانوار اور امام اُبـــی مالکیؒ کی کتاب اکمال اکمال المعلم کے حوالے سے یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ اس میں لکھا ہے کہ ”وفی العتبیة قال مالک مات عیسیٰ بن مریم“ عتبیہ میں ہے کہ مالک نے کہا عیسیٰ بن مریم کی موت ہو چکی۔

اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ ان دونوں کتابوں میں اس بات کی کوئی سند مذکور نہیں جو امام مالکؒ تک پہنچتی ہو، یہ ایک بے سند بات ہے، امام مالکؒ کے مقلدین کی کثیر تعداد دنیا میں موجود ہے اور وہ سب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ ہونے اور قرب قیامت آسمان سے نازل ہونے کے قائل ہیں، نیز عتبیـــہ نامی کتاب امام مالکؒ کی نہیں بلکہ اس کے مصنف کا نام محمد عتبی قرطبیؒ ہے جن کی وفات 255ھ میں ہوئی۔

دوسری بات یہ کہ امـــام اُبـــیؒ کی کتاب اکمال اکمال المعلم جس کا حوالہ دیا جاتا ہے اس کی پوری عبارت پیش نہیں کی جاتی، مصنف کتاب نے یہاں باب باندھا ہے ”باب نزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام“، پھر پوری عبارت یہ ہے:

”الأکثر انه لم یمت بل رُفع، وفی العتبیة قال مالک مات عیسیٰ ابن مریم ثلاث وثلاثین سنة(ابن رشد) یعنی بموته خروجه من عالم الارض الی عالم السماء قال ویُحتمل أنه مات حقیقة ویحیا فی آخر الزمان اذ لابد من نزوله لتواتر الاحادیث بذلک“ اکثریت کا یہ عقیدہ ہے کہ ان پر موت نہیں آئی بلکہ ان کو اٹھا لیا گیا، عتبیـــــہ (یہ کتاب کا نام ہے۔ ناقل) میں ہے کہ مالک نے کہا عیسیٰ 33 سال کی عمر میں فوت ہو گئے، امام ابن رشد نے کہا کہ یہاں موت سے مراد اُن کا زمین سے نکل کر آسمان پر جانا ہے، یا اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ حقیقت میں فوت ہو گئے لیکن آخری زمانہ میں دوبارہ زندہ ہوں گے کیونکہ متواتر احادیث بتاتی ہیں کہ انہوں نے ضرور نازل ہونا ہے۔ (اکمال اکمال المعلم، جلد1، صفحہ 265، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

آپ نے دیکھا کہ یہیں لکھا ہے کہ فقہ مالکی کے مشہور امام علامہ ابن رشد قرطبیؒ نے امام مالکؒ کی اس بات کا (بشرطیکہ اس کی نسبت امام مالکؒ کی طرف ثابت ہو جائے) مطلب یہ بیان کیا ہے کہ موت سے مراد یہ ہے کہ آپ کو زمین سے آسمان پر لے جایا گیا۔

نیز اسی کتاب کے اگلے ہی صفحے پر عتبیہ کے حوالے سے امام مالکؒ سے ایک اور بات بھی نقل کی گئی ہے جو یہ ہے:

”وفی العتبیة قال مالک بینما الناس قیام یستصفون لاقامة الصلاة فتغشاهم غمامة فاذا عیسیٰ قد نزل“ عتبیہ میں ہے کہ مالکؒ نے کہا اس دوران کہ لوگ نماز کے لئے صفیں بنا رہے ہوں گے کہ یکا یک ان پر ایک بدلی چھا جائے گی اور اچانک عیسیٰ علیہ السلام نازل ہو جائیں گے۔ (اکمال اکمال المعلم، جلد1، صفحہ 266، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اس عبارت میں اسی کتاب عتبیـــہ کے حوالے سے امام مالکؒ سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ لوگ نماز کی صفیں درست کر رہے ہوں گے کہ اچانک عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا (اس مضمون کی حدیث صحیح مسلم وغیرہ میں مروی ہے)، اب پہلے والی ”مـــات“ والی بات اور اس دوسری بات دونوں کو ملا کر یہی سمجھ آتی ہے کہ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ یہ امام مالکؒ کا ہی قول ہے تو بھی اس کا مطلب حقیقی موت نہیں بلکہ نیند یا زمین سے آسمان پر منتقل ہونا ہے، یا اس کا مطلب وہی ہے جیسا کہ بعض تابعین کے حوالے سے تفاسیر میں مذکور ہے کہ رفع سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کچھ دیر کے لئے موت طاری کر دی گئی اور پھر آپ کو زندہ کر دیا گیا، کیونکہ امام مالکؒ سے یہ بھی منقول ہے کہ آپ نے دوبارہ نازل ہونا ہے (واضح رہے کہ موت کا مطلب نیند اور بے ہوشی خود مرزا قادیانی نے تسلیم کیا ہے۔ دیکھیں: ازالہ اوہام، رخ3، صفحہ 620)

مشہور مالکی فقیہ علامہ ابن رشد قرطبیؒ (وفات 520ھ) اپنی کتاب البیان والتحصیل میں جو کہ فقہ مالکی کی مبسوط کتاب ہے اور عتبیہ کی ایک قسم کی شرح بھی ہے ایک جگہ وہ حدیث رسول بیان

کرتے ہیں جس کے اندر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ضرور حج یا عمرہ یا دونوں کے لئے تلبیہ پڑھتے ہوئے فج روحاء کے مقام سے گذریں گے اور پھر اس کی تشریح میں لکھتے ہیں:

"قال مالک اراد فی رأیی لیجمعنّھما. قال محمد بن رشد قد اعلم اللّٰہ عزوجل فی کتابہ الذی لا یأتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ أن عیسیٰ بن مریم ما قُتل وما صُلب، وأن اللّٰہ رفعہ الیہ، أخبر النبی علیہ السلام اخبارا وقع العلم بہ انہ سینزل فی آخر الزمان ...... " امام مالکؒ نے فرمایا کہ میرے خیال میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام حج وعمرہ دونوں کو جمع کریں گے۔ محمد بن رشدؒ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب (قرآن کریم) میں یہ بتایا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو نہ قتل کیا گیا اور نہ ہی صلیب پر ڈالا گیا بلکہ اللہ نے انہیں ان کا اپنی طرف رفع کرلیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی ہے جس کا یقینی ہونا ثابت ہے کہ آپ آخری زمانہ میں نازل ہوں گے۔ (البیان و التحصیل، جلد 4، صفحہ 35 طبع دار الغرب الاسلامی)

لیجئے امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حج وعمرہ دونوں ادا فرمائیں گے یعنی وہ ان کے نزول کے قائل ہیں، نیز علامہ ابن رشدؒ نے بھی وضاحت فرمادی کہ آپ کا رفع کیا گیا اور آخری زمانہ میں آپ کا نزول ہوگا، اگر امام مالکؒ رفع ونزول عیسیٰ علیہ السلام کے منکر ہوتے تو یہ بات علامہ ابن رشدؒ کو ضرور معلوم ہوتی۔

امام ابن حزم ظاہریؒ اور رفع ونزول عیسیٰ علیہ السلام

ان پر بھی وفات مسیح کا قائل ہونے کا الزام مرزا قادیانی نے لگایا ہے، آیئے دیکھتے ہیں ان کا عقیدہ کیا ہے، ایک جگہ لکھتے ہیں:

"وقد صح عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنقل الکواف التی نقلت نبوتہ واعلامہ وکتابہ انہ أخبر أنہ لا نبی بعدہ، الّا ماجاءت الأخبار الصحاح عن نزول عیسیٰ علیہ السلام الذی بُعث الی بنی اسرائیل وادّعی الیہود قتلہ وصلبہ، فوجب الاقرار بہذہ الجملۃ" اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح طور پر ان تمام لوگوں نے نقل کیا ہے جنہوں نے آپ کی نبوت، آپ کی نشانیاں اور آپ کی کتاب کو نقل کیا ہے کہ آپ نے خبر دی کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں بنے گا، مگر جو صحیح احادیث میں آیا ہے کہ وہی عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے جن کی بعثت بنی اسرائیل کی طرف ہوئی تھی اور یہود جن کے قتل اور صلب کا دعویٰ کرتے ہیں وہ اس سے مستثنیٰ ہے، ان کے نزول کا اقرار کرنا واجب ہے۔ (الفصل فی الملل والأھواء والنحل، جلد 1، صفحہ 146، دار الجیل بیروت)

ایک اور جگہ ختم نبوت پر بحث کرتے ہوئے اور اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد جس میں ہے کہ نبوت ورسالت منقطع ہو چکی صرف مبشرات باقی ہیں، لکھتے ہیں: "مسئلۃ: الا أن عیسیٰ بن مریم سینزل" ہاں مگر مریم کے بیٹے عیسیٰ نازل ہوں گے۔ (المحلیٰ، جلد 1، صفحہ 9، طبع مصر)

ایک اور جگہ امام ابن حزم ظاہریؒ نے یہ بات بھی لکھی ہے کہ جو یہ کہتا ہے کہ کوئی ولی نبی سے افضل ہوسکتا ہے یا اس امت میں کوئی ایسا ہوگا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے افضل ہوگا اس کی یہ بات بلا کسی تردد کے کفر ہے۔ (خلاصہ: الفصل فی الملل والاھواء والنحل، جلد 5، صفحہ 125، دار الجیل بیروت)

اور آپ جانتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے یہ لکھا ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے شان میں بڑھ کر ہے (دافع البلاء، رخ 18 صفحہ 233)، نیز لکھا کہ ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو، اس سے بہتر غلام احمد ہے (رخ 18، صفحہ 240) اس طرح امام ابن حزمؒ کے فتوے کی رو سے وہ بلا تردد کافر ٹھہرا۔

امام بخاریؒ اور رفع ونزول عیسیٰ علیہ السلام

ان کے وفات مسیح کا قائل ہونے پر مرزائی پاکٹ بک میں یہ مضحکہ خیز دلیل پیش کی گئی ہے کہ امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف سے دیا گیا خطبہ روایت کیا ہے، نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے متوفیک کا معنی ممیتک نقل کیا ہے، یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ امام بخاریؒ بھی وفات مسیح کے قائل تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے موقع پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خطبہ میں ہرگز کہیں بھی وفات مسیح کا کوئی ذکر نہیں، نہ جانے مرزا قادیانی اور اس کی جماعت کو اس خطبہ میں کہاں یہ نظر آیا؟ شاید ان کا اشارہ اس مشہور مرزائی مغالطے کی طرف ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس خطبہ میں قرآن کی آیت ﴿قد خلت من قبلہ الرسل﴾ بھی تلاوت فرمائی تھی جس کا مرزائی یہ ترجمہ کرتے ہیں کہ آپؐ سے پہلے سب کے سب رسول فوت ہو چکے جن کے اندر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ہیں، جبکہ اس آیت کا مفہوم صرف اتنا ہے کہ آپؐ سے پہلے بھی بہت سے رسول ہوئے ہیں تو کسی رسول کے جانے سے اس کا دین اور اس کی تعلیمات ختم نہیں ہو جاتیں کہ اس کے بعد دین کو چھوڑ دیا جائے، خود مرزا نے قد خلت من قبلہ الرسل کا ترجمہ ایک جگہ یوں کیا ہے:

"وہ صرف ایک رسول ہے اور اس سے پہلے بھی رسول ہی آتے رہے ہیں۔" (جنگ مقدس، رخ 6، صفحہ 89)

(جاری ہے)

بقیہ:...... ’’پیغام پاکستان، دستاویز‘‘

اُس میں موجود ہیں، ماہرینِ آئین اُس میں موجود ہیں، سینئر وکلاء اُس میں موجود ہیں اور آج تک اُس کی جتنی بھی سفارشات ہیں‘ تمام مکاتبِ فکر کے جو نمائندے کونسل کے اندر ہیں اُن کے نزدیک بھی متفقہ ہیں اور جو باہر مکاتبِ فکر ہیں اُن کے اندر بھی متفقہ ہیں، لیکن ۱۹۷۳ء سے لے کر آج تک (جب ہم اور آپ ایک بیانیہ پر اتفاق کا اعلان کر رہے ہیں) پاکستان میں ایک سفارش پر بھی قانون سازی کی نوبت اب تک نہیں آئی، اِس کا ذمہ دار کون ہے؟ کس کو ٹھہرائیں اِس کا ذمہ دار؟ ہمیں آپ مصروف کریں ملک کے لئے، ریاست کے لئے، تاکہ اِس کو حقیقی معنوں میں ہم ایک اسلامی ریاست بنا سکیں۔

ہمارا موقف ہے کہ آج چودہویں پندرہویں صدی کا مسلمان اپنی تمام تر کوتاہیوں‘ تمام تر فسق و فجور کے باوجود بہرحال! اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے، اور ہم بھی اُسے مسلمان سمجھتے ہیں، لہٰذا ان گناہ گاروں کے بشمول اور ان کی جدّ و جہد سے جو ریاست وجود میں آئی‘ وہ گو کہ عملی طور پر ہزار کمزور، لیکن اُس ریاست کو عقیدہ کے اعتبار سے ایک اسلامی اور مسلمان ریاست کہا جائے گا، جیسے کہ مفتی منیب الرحمٰن صاحب نے فرمایا کہ: ’’۲۰۰۴ء میں مَیں نے فتویٰ لکھا اور اُس پر تمام علماء کرام کے دستخط موجود ہیں‘ یہ ایک کاوش ہے۔‘‘

جمعیت علمائے اسلام نے پشاور میں صوبہ خیبر پختون خوا کے ۲۵ ہزار علماء کرام کو اکٹھا کیا۔ پہاڑ کی چوٹی پر اگر چھوٹا سا مدرسہ ہے اُس کے عالمِ دین کو بھی بلایا اور ایک بیانیہ جاری کیا۔ ان تمام چیزوں سے براءت کا اعلان کیا گیا۔ اور آئین کے مطابق ملک کے اندر کردار ادا کرنے کے عزم کا اظہار کیا۔

لاہور میں تمام مکاتبِ فکر کے علماء کرام نے متفقہ اعلامیہ جاری کیا اور اُس کا مسوّدہ میں نے خود لکھا تھا، مکمل اتفاق کے ساتھ اُس کو قبول کر لیا گیا۔ اُس وقت اُس اجلاس میں ہمارے شہید مولانا سرفراز نعیمی صاحب بھی موجود تھے۔

لاہور میں جامعہ اشرفیہ کے اندر وفاق المدارس العربیہ کے تمام علماء کرام طول و عرض سے اکٹھے ہوئے، اور ایک جامع اعلامیہ جاری کیا اور تمام علمائے کرام نے اتفاقِ رائے کے ساتھ اُس پر دستخط کر دیئے، جس میں یہاں تک لکھا گیا کہ: پاکستان میں مسلح جنگ غیر شرعی ہے۔ ہر طرف سے اِس پر اتفاق رہا ہے، ہمیشہ اتفاقِ رائے رہا ہے۔

ووٹ کی شرعی حیثیت پر سب سے پہلے فتویٰ مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ نے دیا تھا اور آج بھی اُن کے فتاویٰ میں موجود ہے، انہوں نے ملکی جمہوریت کے لئے علمی رائے پیش کی تھی۔

ہمارے تمام اکابرین پارلیمنٹ سے وابستہ رہے ہیں، پارلیمانی سیاست سے وابستہ رہے ہیں، ہم آج بھی آج کے اِس بیانیہ پر اتفاق کرتے ہیں۔ بندوق کے ذریعہ شریعت کا مطالبہ غلط ہے، جو لوگ اِس قسم کا مطالبہ بندوق کے ذریعہ کرتے ہیں، اُن سے ہزار ہزار مرتبہ براءت کا اعلان! لیکن جمہوریت اور پارلیمان کے راستہ سے‘ جائز راستہ سے مجھے کب شریعت ملے گی؟ آئینی راستہ سے میری یہ تشنگی کب دور ہوگی؟ ریاست اس کا بھی احتساب کرے، اور اپنا بھی احتساب کرے ناں! میرا تو روز روز احتساب ہو رہا ہے، مجھ سے تو روز روز لکھوایا جا رہا ہے کہ میں پاکستان کا وفادار ہوں۔ ریاست اور شہری کے درمیان ایک رابطہ ہوتا ہے، جہاں ریاست شہری کے جان و مال کے حقوق کا تحفظ کرتی ہے، جہاں ریاست ایک سایہ ہے، وہاں فرد اپنی وفاداری کا مظاہرہ کرتا ہے۔ اس رشتہ میں ہم قائم ہیں۔

میں نے آپ کے سامنے صرف اُن تین دستاویزات کی بات کی جس میں‘ میں خود شریک تھا۔ حضرت مفتی صاحب کا فتویٰ اُس کے علاوہ ہے، اور بھی علماء نے بار بار اس پر کام کیا ہے۔ اِس تمام کے باوجود میرا مدرسہ، میری مسجد، میرے مدرسہ کا استاذ، میرے مدرسہ کا طالب علم، میرے مدرسہ کا قرآن و سنت کا نظامِ تعلیم، میرے ملک کی ڈاڑھی اور پگڑی؛ اُس پر اعتماد کب کیا جائے گا؟ وہ دن بھی تو ہمیں بتا دو! اعتماد دو طرفہ ہونا چاہئے۔ مدارس پر روزانہ چھاپے لگائے جا رہے ہیں، آدھی رات میں طلبہ کو اُٹھا کر میدان میں لایا جاتا ہے، تشدد کیا جاتا ہے، مارا پیٹا جاتا ہے، اب میں اِس پریشانی ہوں کہ میں نے ساری سیاسی اور مذہبی زندگی اِس بات پر گزار دی کہ میں ان دہشت گردوں، ان مسلح تنظیموں اور اسلحہ کے ذریعہ شریعت کی بات کرنے والوں کو تنہا کر دوں اور ہم نے انہیں تنہا کیا ہے، الحمدللہ! آج تمام مدارس آپ کے ساتھ ہیں، تنظیماتِ مدارس آپ کے ساتھ ہیں، تمام مکاتبِ فکر کی تنظیمیں آپ کے ساتھ ہیں، لیکن جب مدرسے کے

اجتماعی نظام پر حملہ کیا جاتا ہے اور اجتماعی طور پر پورے ماحول میں تشدد کیا جاتا ہے‘ وہ دو بندے جو مجرم ہوتے ہیں‘ جب اُن کو اُٹھایا جاتا ہے، صبح دیکھتے ہیں کہ ساری ہمدردیاں پھر اُن کے ساتھ ہوتی ہیں، اور ہم پھر تنہا نظر آتے ہیں۔

علماء کرام کو فورتھ شیڈول میں مستقل مجرم قرار دیا جارہا ہے۔ اگر میں نے جناب صدر مملکت! آپ پر اعتماد کرنا ہے تو آپ نے بھی آج کے بعد ہمیں شک کی نگاہ سے نہیں دیکھنا، تب بات چلے گی۔ دونوں طرف اعتماد ہونا چاہئے! میں آپ پر اعتماد کرتا ہوں، آپ مجھ پر اعتماد کریں۔ جس طرح آپ آج مجھے اکٹھا کرسکتے ہیں، خدا کی قسم! قیامت تک آپ مجھے اسی طرح متحد رکھ سکتے ہیں، اگر آپ چاہیں تو کوئی جھگڑا نہیں ہوگا۔ ساری تاریخ ہماری ایک ہے۔

اہل بیتؓ بھی ہمارے ہیں، صحابہ کرامؓ بھی ہمارے ہیں۔ اہل بیتؓ سے نفرت کرنے والا بھی اپنے ایمان پر نظر رکھے، صحابہ کرامؓ سے نفرت کرنے والا بھی اپنے ایمان پر نظر رکھے۔ یہ ہماری اساس ہے، اگر یہ اساس بیچ سے ہٹ گئی تو میں اور آپ کس سند سے دنیا کے سامنے اسلام پیش کریں گے؟ سند کیا رہ جاتی ہے میری اور آپ کی؟ تو اس اعتبار سے بھی ہم نے آج اِس اجتماعیت کو پیدا کرنا ہے، اِس وحدت کو پیدا کرنا ہے۔ میرا آپ سے اختلاف ہوسکتا ہے، آپ کا مجھ سے اختلاف ہوسکتا ہے۔ اختلاف کے اپنے گوشے ہیں، ہم اسلام کی ترجیح کو اول درجہ میں کیوں نہیں رکھ سکتے؟ اور مسلکی شناخت کو ہم نے پہلی ترجیح کیوں قرار دیا ہے؟ یہ ہے ہمارے سامنے بڑا سوال! جس کی سزا میں بھی بھگت رہا ہوں، میرا گریبان بھی پھاڑا جارہا ہے، وجہ کیا ہے؟ میں ریاست سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ ناراض نہ ہونا، آج کی مجلس ہے ہی اِسی لئے، تاکہ ہم تھوڑی چیزیں آپ کے ذہن میں ڈالیں۔

اسلامی نظریاتی کونسل کے ادارہ میں جب تمام مکاتب فکر نے وحدت کا مظاہرہ کرلیا اور آج تک کررہے ہیں، اب جمہوری راستہ سے ہم نے ملک میں اسلام لانا ہے، اب تمام دینی قوتیں یکجا ہوکر ایک بازو بن کر، تو پھر ریاست کے گریبان میں پڑے گا ناں! ریاست بہت ہوشیار ہے، ریاستی ادارے بہت ہوشیار ہیں، ایسے حالات پیدا کرلیتے ہیں کہ اسلام کی بات کرنے والے اپنی طاقت ایک دوسرے کے خلاف استعمال کریں، تاکہ مجتمع ہوکر وہ ریاست پر دباؤ نہ ڈال سکیں۔ یہ ہمارے لئے بھی سبق ہے، ہم بھی اس بات کو سوچیں کہ ہم آپس میں کیوں لڑ رہے ہیں؟ کیوں شدت کی طرف جاتے ہیں؟ اسلام تو ہمیں اعتدال کا راستہ دکھاتا ہے۔ قرآن کریم ہماری تعلیمات کا منبع ہے جو ہمارے اندر اُترتا ہے اور ہمیں انسان بناتا ہے، وہ تو مجھے اعتدال کی امت کہتا ہے: ’’وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا ‘‘ (البقرۃ:۱۴۳) تو پھر میری قرآن سے وابستگی کو شدت پسندی سے کیوں تعبیر کیا جارہا ہے؟ ہم اعتدال پر آئیں! تجزیہ میں فرق ہوسکتا ہے۔ جب تک میں مذہب کی بات کروں گا، دین کی بات کروں گا‘ میری طرف نسبت ہوگی: یہ بڑے شدت پسند ہیں، ملا لوگ بڑے سخت لوگ ہیں، لیکن یہ تجزیہ شاید صحیح نہیں ہے۔

ہمارے ملک میں جو لبرلز ہیں‘ وہ بالکل پانی اور مائع ہوچکے ہیں، اُن کو ہم کہتے ہیں کہ آپ بہت ہی پگھل گئے ہیں اُن کے سامنے۔ تم ذرا اپنے اندر صلابت پیدا کرو، ہم اپنے اندر نرمی پیدا کریں، خیر خیریت سے ملک چلے گا۔ ایک صف میں آجائیں گے سارے لوگ۔ آپ تو عالمی قوتوں کے مقابلہ میں پانی بن جائیں اور خود پانی ہوکر میرے اعتدال کو شدت سے تعبیر کریں۔ پھر یہ انصاف کا تقاضا نہیں ہوگا۔ تم بھی پانی مت بنو ناں! مت جھکو تاکہ آگے کہ ٹرمپ جیسا آدمی آپ کی گردن پر سوار ہوجائے۔ اب عقل مند آدمی کا تو آدمی جواب بھی دے سکتا ہے، ٹرمپ کا کیا جواب دو گے؟ اِس قسم کی دنیا سے ہمارا واسطہ ہے۔

میں تسلیم کرتا ہوں کہ جس طرح دعوت میں حکمت کا تقاضا ہوتا ہے، دعوت‘ حکمت کا تقاضا کرتی ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے: ’’اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ‘‘ (النحل:۱۲۵) حکمت کے ساتھ دعوت دیا کرو، خوبصورت لب ولہجہ کے ساتھ دعوت دیا کرو، شائستہ انداز گفتگو کے ساتھ دعوت دیا کرو! اور اگر کبھی بحث ومباحثہ کا مسئلہ بھی پیش آجائے تو ’’بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ‘‘ شائستہ انداز کے ساتھ۔

بین المذاہب مکالمہ کے تصور کی سب سے پہلے ہم نے حمایت کی۔ ہم بین المذاہب مکالمہ کے حق میں ہیں، لیکن بین المذاہب مکالمہ پُر امن ماحول چاہتا ہے۔ آپ نے میرے سر پر تلوار اُٹھائی ہوئی ہے، آپ میری گردن کو بھی مار رہے ہیں، اور آپ مجھے کہتے ہیں کہ مذاکرہ بھی کرو، مکالمہ بھی کرو! میرے سر کے اوپر جنگ کے بادل ہیں، بارود برس رہا ہے، میرے بچوں‘ میری اُمت کا پوری دنیا میں خون بہہ رہا ہے، آپ میرا خون بھی بہاتے رہیں، اور آپ مجھے مجبور بھی کریں کہ آؤ! میرے ساتھ مباحثہ کرو! ہاں ہم مباحثہ کے لئے تیار ہیں، آپ بھی تو جنگ بند کردیں۔

اور میں ریاست کو ایک مشورہ دینا چاہتا ہوں: امن وامان ہمارا داخلی مسئلہ ہے، وزیر داخلہ تشریف فرما ہیں، روزِ اوّل سے ہم یہ مؤقف دے رہے ہیں، اُس وقت بھی جب ۲۰۰۱ء میں عالمی اتحاد کا حصہ بننے کی بات کی جارہی تھی۔ ہم نے اُس وقت بھی کہا تھا کہ پاکستان کو اِس دلدل میں مت ڈالو! امن وامان داخلی مسئلہ ہے، ہم پاکستان کے اندر اِن عناصر کے ساتھ نمٹ سکتے ہیں، لیکن بین الاقوامی جنگ کا حصہ بننے کے بعد پھر آپ اِس جنگ کی حدود کو افغانستان تک محدود نہیں کرسکیں گے۔ پڑوس میں آگ لگ جائے تو اُس کو ٹھنڈا کرنے کے لئے اُس پر پانی ڈالا جاتا ہے۔ ہماری پالیسی یہ کہ ہم نے افغانستان کے اندر برپا ہونے والی جنگ پر تیل چھڑکنا شروع کردیا، جس کے شعلے پاکستان میں داخل ہوگئے، اور آج ہم اُس سے نبرد آزما ہیں۔ اپنی پالیسیوں پر بھی نظرِ ثانی کرنی چاہئے۔

ہماری پالیسی واضح ہے۔ جو لوگ ہماری بات نہیں مانتے، وہ تنہا ہیں۔ اُن کو تنہا کرنا پڑے گا۔ آج کے اِس اجتماع سے بھی وہ تنہا ہیں۔ لیکن ریاست کی سطح پر بھی اگر ہم سے کوئی غلطیاں ہوئی ہیں اُس کے ازالہ کے لئے بھی ہم نے بولڈ اسٹیپس لینے ہوں گے، پالیسی اسٹیٹ منٹ دینا ہوگی ہمیں۔ اور اِس طرح ہم پاکستان کے مستقبل کو روشن کرنا چاہتے ہیں۔

مملکتیں امن سے چلتی ہیں، جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سَلُوا اللّٰہَ الْعَافِیَۃَ !'' اللہ سے عافیت طلب کیا کرو! ''وَلَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ !'' دشمن کے ساتھ آمنا سامنا کرنے کی تمنا نہ کیا کرو، جنگ کی خواہش نہ کیا کرو! ''وَإِذَا لَقِيْتُمْ فَاثْبُتُوْا !'' ہاں! اگر مقدر ہے، جنگ درپیش ہو جائے، پھر بزدلی نہیں دکھانا، پھر ڈٹ جاؤ اُس کے مقابلہ میں! تدریج کے ساتھ، پہلی چیز عافیت ہے، جنگ کی تمنا بھی نہ کیا کرو، اور اگر درپیش ہو جائے تو پھر ڈٹ جایا کرو۔

میں نے کئی مرتبہ علماء کرام کی خدمت میں عرض کیا ہے کہ: جہاد ایک فریضۂ شرعی ہے اور جہاد کرنے والے کا اتنا اجر وثواب ہے! اور ساری چیزیں اپنی جگہ پر، لیکن جہاد کا تو میدان بڑا وسیع ہے۔ صرف بندوق اور تلوار، اور وہ بھی اپنی ریاست کے ساتھ اور اُس کو جہاد کہنا! اِس پر علماء کرام اتفاق نہیں کررہے آپ کے ساتھ، اِس تصوُّر کے ساتھ اختلاف ہے۔ تو اِس حوالہ سے کوئی ابہام موجود نہیں ہے۔ جو آپ کو وسائل ریاست مہیا کرتی ہے، آئین مہیا کرتا ہے، اُس میں جو آپ کے بس میں ہے آپ وہ کرتے جائیں، اِس سے آگے مت جائیں۔ آپ جلسے کریں، آپ جلوس کریں، آپ پارلیمنٹ میں جائیں، آپ اپنا نظریہ پیش کریں، بحث چلے وہاں پر۔ اِس اعتبار سے اصل چیز ہے: امن!

حضرت ابراہیم علیہ السلام جو شرک کے خلاف لڑتے رہے، بتوں کو توڑتے رہے، اس پاداش میں آگ میں پھینکے گئے، لیکن جب امامتِ کبریٰ ملی: ''وَإِذِ ابْتَلٰی إِبْرَاهِیْمَ رَبُّهٗ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ '' اللہ نے امتحانات لئے اور آپ اُس میں کامیاب ہوئے: ''قَالَ إِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا '' (البقرۃ:۱۲۴) اب انسانیت کے امام بن گئے، امر اجتماعی آپ کے ہاتھ میں آگیا، اب آپ اِس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی گفتگو کا زاویہ دیکھیں: ''وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِیْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا آمِنًا '' (البقرۃ:۱۲۶) کرۂ ارض کے سب سے بڑے مُوَحِّد، شرک کے خلاف سب سے بڑے مجاہد، لیکن جب امر اجتماعی کی ذمہ داری آئی تو فوراً آپ نے کہا: ''رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا آمِنًا وَّارْزُقْ أَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرَاتِ۔'' اب آپ امن کے بھی خواہش مند ہیں اور اقتصادی خوشحالی کے بھی۔

ریاستیں امن سے چلتی ہیں، ریاستیں اقتصادی خوشحالی سے چلتی ہیں، اپنے وسائل کو کب ہم استعمال کریں گے؟ تاکہ ہم دنیا کی حاجتوں سے بے نیاز ہوں! ہم کرۂ ارض پر اللہ کے نائب ہیں، تو جب اللہ ایک ہے تو اس کی نیابت کا تقاضا ہے کہ مؤمن ایک رہے۔ اگر اللہ بے نیاز ہے تو پھر اُس کی بے نیازی کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان دوسروں کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائے، اُن کی مدد اور قرضوں سے بے نیاز ہو جائے۔ اِن تعلیمات کو سامنے رکھتے ہوئے ہم ریاست کو کب تشکیل دیں گے؟ ہمیں پہلی چیز امن چاہئے۔

پانچ/چھ سال پہلے غالباً میں بنوں میں تھا، رات کو میں سویا ہوا تھا تو میں خواب دیکھ رہا ہوں کہ: ''حضرت آدم علیہ السلام سے فون پر بات کررہا ہوں، اور حضرت آدم علیہ السلام مجھے فرماتے ہیں: تم کیا چاہتے ہو؟ میں نے کہا: امن چاہتا ہوں۔ اُس کے بعد لائن کٹی نہیں، لیکن خاموشی کا ایک وقفہ آگیا، میں سوچتا ہوں کہ میں کچھ کہوں تو بے ادبی ہے، خاموش مسلسل رہوں تو لائن کٹ جائے گی، تو میں نے سلام عرض کیا، فرمایا: انتظار نہیں کرسکتے؟'' انتظار تو کررہے ہیں ہم، ابا نے کہہ دیا: انتظار کرو! تو اِس انتظار کو سامنے رکھتے ہوئے ہم نے آگے بڑھنا ہے، اتفاق رائے سے بڑھنا ہے۔

ہمارے اندر کی روح امن مانگتی ہے، اسی لئے جب ریاست نے امن کے قیام کے لئے فوج اور اداروں کو میدان میں اُتارا، ہم نے سپورٹ کیا،

کیوں کہ ہم امن چاہتے ہیں۔ حکمت عملی میں اختلاف رائے ہوسکتا ہے، لیکن ریاست مقدم ہے، جب اُس نے فیصلہ کیا، ہم نے پیروی کی۔ لہٰذا علماء کرام اس بات پر بھی غور کریں کہ ریاست کی اپنی شرعی حیثیت کیا ہے؟! ریاست کی حاکمیت اور اُس کی اطاعت کا تصور کیا ہے؟! اور اس پر اپنے نوجوانوں کو تعلیم دی جائے، تاکہ وہ اس کی اہمیت کو سمجھیں، اور ریاست کے وفادار رہیں، ریاست کی اطاعت کریں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں پاکستان کے ساتھ وفادار رہنے، پاکستان کو عروج وترقی دینے کے لئے اپنا کردار ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ وآخر دعوانا أن الحمد للّٰہ رب العالمین!"

حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم نے بجا فرمایا ہے کہ: ۱:...... ریاست نے جب بھی علمائے کرام کو اتحاد کی دعوت دی ہے، تمام مکاتبِ فکر کے علمائے کرام نے اس پر لبیک کہا ہے۔ پھر بھی الزام انہیں دیا جاتا ہے کہ مذہبی لوگ فساد کی جڑ ہیں۔

۲:...... علمائے کرام نے ملکی نظام چلانے کے لئے بطور اساس اور اصول کے جو متفقہ ۲۲ نکات مرتب کئے تھے ان پر توجہ کیوں نہیں دی گئی؟!

۳:...... ۱۹۷۳ء سے لے کر آج تک اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات پر قانون سازی کیوں نہیں کی گئی؟

۴:...... علمائے کرام تو ہمیشہ اس بیانیہ کی تائید اور توثیق کرتے آئے ہیں اور آج بھی اس کی تائید وتوثیق کررہے ہیں۔

۵:...... مولانا نے سوال کیا کہ بندوق کے ذریعہ شریعت کا مطالبہ غلط اور ہم سو بار ایسے لوگوں سے براءت کا اعلان کرتے ہیں، لیکن ہمیں جمہوریت کے راستہ اور جائز راستہ سے شریعت کب ملے گی؟ ریاست اس کا بھی احتساب کرے۔

۶:...... مولانا نے فرمایا: ریاست اور شہری کے درمیان رابطہ ہوتا ہے، جہاں ریاست شہری کے جان ومال کے حقوق کا تحفظ کرتی ہے، وہاں فرد اپنی وفاداری کا مظاہرہ کرتا ہے، ہم اس رشتہ پر قائم ہیں۔

۷:...... مولانا نے سوال کیا کہ علمائے کرام نے ہر موقع پر ریاست کے ساتھ وفاداری کا ثبوت دیا، لیکن میرا مدرسہ، میری مسجد، میرے مدرسہ کا استاذ، میرے مدرسہ کا طالب علم، میرے مدرسہ کا قرآن وسنت کا نظام تعلیم، میرے ملک کی ڈاڑھی اور پگڑی پر اعتماد کب کیا جائے گا؟

۸:...... مولانا نے واضح طور پر فرمایا: اہل بیتؓ بھی ہمارے ہیں، صحابہ کرامؓ بھی ہمارے ہیں اور یہ دونوں ہمارے دین کی اساس ہیں، ان میں سے کسی ایک سے نفرت کرنے والا اپنے ایمان پر نظر رکھے۔ ہم اسلام کو اول ترجیح کیوں نہیں بناتے؟ مسلکی شناخت کو ہم نے پہلی ترجیح کیوں دی؟ کیوں ہم شدت کی طرف جاتے ہیں؟ ہم اعتدال کا راستہ کیوں نہیں اپناتے؟ یہ ہے ہمارے سامنے بڑا سوال جس کی سزا ہم سب بھگت رہے ہیں۔

۹:...... مولانا صاحب نے اُمتِ مسلمہ کی طرف سے مغربی دنیا کو مخاطب کرکے فرمایا کہ: ایک طرف تم اس سے بین المذاہب مکالمہ کی بات کرتے ہو، حالانکہ ہم اس کے قائل ہیں، دوسری طرف ہمارے اوپر بم اور بارود برساتے ہو، تو مکالمہ کیسے ہوگا؟ مسلمانوں پر مسلط جنگ آج تم بند کرو، ہم مکالمہ کے لئے تیار ہیں۔

۱۰:...... مولانا نے فرمایا: جہاد ایک فریضۂ شرعی ہے، اس کا میدان وسیع ہے، اس پر بڑا اجر وثواب ہے، لیکن اپنی ریاست کے خلاف ہتھیار اُٹھانا، علمائے کرام اس سے اتفاق نہیں کرتے۔ اس لئے کہ مکالمہ اور مذاکرہ پرامن ماحول چاہتا ہے۔

مولانا صاحب نے علمائے کرام کو فرمایا کہ: اس پر غور کرلیں کہ ریاست کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ ریاست کی حاکمیت اور اس کی اطاعت کا تصور کیا ہے؟ نوجوانوں کو اس کی تعلیم دی جائے، تاکہ وہ اس کی اہمیت کو سمجھیں اور ریاست کے وفادار رہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے ملک اسلامی جمہوریہ پاکستان اور اس کے تمام ریاستی اداروں کو مستحکم فرمائے، بیرونی دشمنوں سے اس کی حفاظت فرمائے، ہم پاکستانیوں کو اندرونی، نسلی، لسانی، عصبیتی اور فرقہ وارانہ اختلافات سے بچنے کی توفیق دے اور ہمارے ملک پاکستان کو اسلامی نظام کی برکات اور بہاروں سے جلد از جلد مالا مال فرمائے، آمین۔

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ أجمعین

ختم نبوت کانفرنس سکھر

سکھر (محمد مبشر حسین) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سکھر کے زیر اہتمام سالانہ ختم نبوت کانفرنس ۲/ فروری بروز جمعۃ المبارک بعد نماز مغرب منعقد ہوئی۔ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری صاحب مدظلہ مولانا اسحاق ساقی صاحب جمعرات شام سکھر تشریف لے آئے تو ساتھیوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ مولانا محمد امجد خان، مولانا قاضی احسان احمد جمعہ کی صبح تشریف لائے۔ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری صاحب کا جمعہ اللہ والی مسجد سکھر، مولانا امجد خان کا جمعہ شہید اسلام مسجد، مولانا قاضی احسان کا بیان مدنی مسجد اور جامع مسجد سکھر میں ہوا، علماء کرام نے عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت اور محبت رسول پر بیان فرمایا۔

بعد نماز مغرب ختم نبوت کانفرنس کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا، تلاوت کے بعد مولانا سہیل مدنی اور مولانا عبداللطیف اشرفی صاحب کا بیان ہوا۔ بعد نماز عشاء کانفرنس کا باقاعدہ آغاز قاری محمد امین کی تلاوت سے ہوا اس کے بعد پنجاب سے آئے ہوئے نعت خواں ملک حافظ محمد ارسلان اختر نے ہدیہ نعت پیش کیا اس کے بعد مولانا عبدالمجیب قریشی نے اپنے بیان فرمایا کہ تمام غیر مسلموں کی مال و جان کی حفاظت ہماری ذمہ داری ہے لیکن ایک دل میں دو چیزیں نہیں آسکتیں ایمان اور کفر، مولانا نے کہا کہ قادیانی ہر کافر سے بڑا مرتد ہے کسی قادیانی کے ایمان لانے کے لئے لازمی ہے کہ مرزا قادیانی پر لعنت برسائے اور آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا اقرار کرے، مولانا نے کہا کہ ہندو سے اسلامی حدود کا خیال کرتے ہوئے دوستی و معاملات کیے جاسکتے ہیں لیکن قادیانیوں سے نہیں کیونکہ یہ پہلے دن سے مرتد ہیں۔ مولانا محمد اسحاق ساقی نے اپنے مختصر خطاب میں مسلمانوں کو عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کی دعوت دی۔ مولانا مسعود افضل بالیجوی نے کہا کہ جب تک کوئی شخص عقیدہ ختم نبوت کا اقرار نہیں کرے گا اس وقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا، قادیانی مسلمانوں کو کہتے ہیں کہ استخارہ کرلو لیکن مسلمانو! یاد رکھو ختم نبوت کے معاملے پر استخارہ جائز نہیں ہے۔ پاکستان کے اندر قادیانی لابی سازشوں میں مصروف ہے ہم حکومت اور آرمی سے مطالبہ کرتے ہیں کہ قادیانیوں کی کڑی نگرانی کی جائے اور ان کی سازشوں کو بے نقاب کیا جائے۔

حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری نے اپنے خطاب میں کہا کہ جب اللہ پاک کسی بندے کی بخشش کرنے پر آتے ہیں تو اسے نیک اعمال کی توفیق دیتے ہیں۔ حضرت نے اپنے بیان میں فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف سن کر دعا کی کہ یا اللہ! مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی بنادے۔ مولانا نے فرمایا کہ عقیدہ ختم نبوت کو ڈانواں ڈول نہ ہونے دو، درود شریف پڑھنے سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام بلند نہیں ہوتا بلکہ ہماری محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔ تمام امتوں سے زیادہ یہ امت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتی ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام سے زیادہ اپنی امت سے محبت کرتے ہیں۔ مولانا قاضی احسان احمد نے اپنے مختصر اور پر جوش خطاب میں کہا کہ باوفا نبی سے اگر کسی نے بے وفائی کی تو اس کو قیامت کے دن شفاعت نصیب نہ ہوگی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے تو قادیانیوں اور قادیانیوں کی مصنوعات کا بائیکاٹ کرنا ہوگا۔ قادیانیوں سے دوستی کرنے والے، کاروبار کرنے والے یاد رکھیں کہ قادیانی اس انسان کو جو مرزا قادیانی کو نبی نہیں مانتا اس کو پکا کافر بلکہ (ذریۃ البغایا) کنجری کا بچہ کہتے ہیں۔ مولانا محمد حسین ناصر اور قاری جمیل احمد نے آنے والے معزز مہمانوں اور عوام کا شکریہ ادا کیا۔ قاری جمیل احمد نے کہا کہ جس طرح میرے ابا جی قاری خلیل احمد مرحوم عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ ہر موقع پر ساتھ دیتے تھے میں بھی مجلس کے اکابرین اور مبلغین کو یقین دلاتا ہوں کہ ہر موقع پر وہ مجھے اپنے ساتھ پائیں گے۔ آخری بیان مولانا محمد امجد خان صاحب ڈپٹی سیکریٹری جمعیت علماء اسلام کا ہوا، انہوں نے کہا کہ ہمارے اکابرین نے اپنی اولاد، اپنا مال قربان کرکے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کا کام کیا شاہ جیؒ کی آدھی زندگی ریل میں گزری آدھی جیل میں، قادیانیوں اور اس کے گماشتوں نے حلف نامہ ختم کرنے کی سازش کی مگر لینے کے دینے پڑ گئے ختم نبوت کا اتنا چرچا ہوا کہ جس کو نہیں معلوم تھا، اس کو بھی پتا چل گیا۔ پونے ایک بجے مولانا کا بیان ختم ہوا۔ مولانا عبداللطیف اشرفی نے اسٹیج سیکریٹری کے فرائض سرانجام دیئے۔ اسٹیج پر مولانا اسداللہ میمن، مفتی محمد شفیع، مولانا الٰہی بخش، قاری محمد حنیف بندھانی، مولانا امداد اللہ، مولانا امان اللہ، مولانا تاج محمد چنہ جیکب آباد، مولانا رحیم بخش چاچڑ، و دیگر علماء کرام موجود تھے۔ دفتر ختم نبوت میں معزز مہمانوں کے لئے کھانے کا نظم کیا گیا تھا، جس کو محمد مبشر حسین نے اپنی ٹیم زین العابدین، منیر احمد مہر، محمد عزیر گجر، محمد عمیر گجر، محمد احمد خان، محمد حامد خان، جامعہ اشرفیہ اور اللہ والی مسجد کے طلبا کے ساتھ مل کر دور دراز سے آنے والے قافلوں کا خوب اکرام کیا۔

کانفرنس الحمد للہ! خوب کامیاب رہی جن حضرات نے کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لئے وقت دیا، مال دیا، دعائیں کیں، اللہ پاک تمام کو اجر عظیم سے نوازتے ہوئے کل قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب فرمائے۔ آمین۔ ☆☆

بسلسلہ عظیم الشان ختم نبوۃ کانفرنس بادشاہی مسجد لاہور 10 مارچ 2018 بروز ہفتہ بعد نماز عصر

بتاریخ 4 مارچ 2018

بروز اتوار بعد نماز مغرب ان شاء اللہ

عظیم الشان ختمِ نبوّۃ کانفرنس

تمام اہل اسلام سے شرکت کی درخواست ہے

زیر صدارت

عزت مآب محترم جناب پیر سید شبیر احمد گیلانی صاحب

امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ سیالکوٹ

بمقام جامع مسجد یوسف بنوری الہادی ٹاؤن ڈیفنس روڈ سیالکوٹ

حضرت مولانا احمد مصدق قاسمی

حضرت مولانا محبوب الہی ہزاروی صاحب

حضرت مولانا مفتی محمد داؤد نفیسی صاحب

محترم سید محبوب احمد گیلانی

حضرت مولانا فقیر اللہ اختر صاحب

شاہین ختم نبوت عالم باعمل حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب مدظلہ العالی

مرکزی راہنما عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ

عظیم روحانی شخصیت مخدوم العلماء حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب مدظلہ

امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ لاہور

محترم جناب مجاہد اسلام رانا محمد شفیق خان پسروری صاحب

حضرت شعلہ بیان مولانا محمد رضا المصطفی نقشبندی صاحب

کالس والا

محترم جناب چوہدری امتیاز احمد یار صاحب

راہنما جماعت اسلامی

الداعی الی الخیر (مولانا) حماد انذر قاسمی جنرل سیکرٹری عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ سیالکوٹ